www.urduchannel.in

نکاتِ غالب

جس میں

مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

AUG 16 1989

کی

خود نوشتہ سوانح عمری، نکتے جو وقتاً فوقتاً انھوں نے اپنے خطوط

میں لکھے اور اُن کے لطیفے شامل ہیں

مرتبہ

نظامی بدایونی

نظام الدین حسین پرنٹر

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

Rani Baba Saksena Collection

۳۲۵۲۷

29 AUG 1963

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزارش

مرزا اسد اللہ خاں غالب ہندوستان کے باکمال لوگوں میں گزرے ہیں وہ تیرھویں صدی ہجری میں جبکہ سلطنت تیموریہ کی صبح اور دوپہر کا زمانہ گزرنے کے بعد اس کی شام قریب آ لگی تھی پیدا ہوئے۔ اردو علم ادب کے نشو و نما میں انھوں نے اپنے زمانہ کے سب شعرا اور مصنفین سے زیادہ حصہ لیا۔ آج اردو نثر میں جو بے تکلفی اور شگفتگی پائی جاتی ہے اس کی داغ بیل انھوں نے ڈالی تھی۔ ان کے زمانہ میں عموماً فارسی زبان میں خط و کتابت ہوتی تھی یا فارسی نما اردو زبان باہمی مراسلت میں استعمال کی جاتی تھی سب سے پہلے مراسلہ کو مکالمہ کی صورت میں لکھنے کا ڈھنگ انھوں ہی نے اختیار کیا۔

مرزا اسد اللہ خاں جن کی ولادت آٹھویں رجب ۱۲۱۲ھ کو ہوئی اور ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو انتقال ہوا کون تھے کیا تھے؟

www.urduchannel.in

ہم چاہتے ہیں کہ اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب کا حال خود انھیں کی زبان سے سنوائیں۔ اس کتاب کے شروع میں پہلے ناظرین ان کی تصویر پر نظر ڈالیں یہ وہ تصویر ہے جو انھوں نے ۱۸۶۷ء میں اپنے مرنے سے صرف دو سال پہلے کھنچوائی تھی اور اس وقت بوجہ پیرانہ سالی ان کی جو حالت تھی اس کا نقشہ انھوں نے خود اپنے ایک خط میں اس طرح کھینچا ہے "ستر ابہتر اُردو میں ترجمہ، پیرِ خرف ہے۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں سامعہ باطل بہت دن سے تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہوگیا۔ اب ہفتہ بھر سے جو دوست آتے ہیں رسمی پرسش مزاج سے بڑھکر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں۔ غذا مفقود ہے صبح کو قند اور شیرۂ بادام مقشر، دوپہر کو گوشت کا پانی، سہ پہر شام تلے ہوئے چار کباب، سوتے وقت پانچ روپیہ بھر شراب اور اسی قدر گلاب، خرف ہوں، پوچ ہوں، عاصی ہوں، فاسق ہوں روسیاہ ہوں" یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے ؎

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

یہ تصویر بھی زبان حال سے مرزا کے اس بیان کی تائید کر رہی ہے اور ان کی زمانۂ انحطاط کی صورت کو ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے۔

لیکن اُن کے آخری زمانہ کی نظم و نثر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے انھیں جو دماغی قابلیت عطا کی ہے وہ اس زمانہ میں بھی ویسی ہی تر و تازہ تھی جیسی عہد جوانی میں ۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان میں مشہور ہنگامہ برپا ہوا تھا ان کی

عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اُس کے فرو ہونے کے بعد انھوں نے ایک زبردست فارسی قصیدہ لکھا تھا جو بقول ڈاکٹر سید محمود "فن شاعری اور قادر الکلامی کا ایک گراں بہا اور نادر الوجود نمونہ ہے" اس قصیدہ میں مرزا نے یہ کمال کیا ہے کہ ظاہری معنی کے علاوہ ہر شعر سے سیاسی پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے اسی زمانہ میں مرزا نے ہز ہائی نس نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور کی خدمت میں بھی ایک فارسی قصیدہ لکھ کر بھیجا تھا جس میں اپنی تکالیف کا ذکر کر کے ان کے تغافل اور عدم توجہی کا شکوہ کیا تھا اس قصیدہ کا نواب صاحب پر اس درجہ اثر ہوا تھا کہ اس کے دیکھتے ہی سو روپیہ ماہانہ مرزا کے لیے مقرر کر دیا تھا جو ان کی دم واپسیں تک جاری رہا۔

اُردو خطوط نویسی کے جدید طرز بھی مرزا کے آخری زمانہ ہی کی یادگار ہے یہ طرز مرزا نے اس زمانہ میں سب سے الگ ہو کر ایجاد کی تھی جبکہ پڑھے لکھے لوگ اُردو میں خط و کتابت کرنا اپنی کسر شان سمجھتے تھے خدا کی شان ہے کہ آج تمام ملک کی مراسلہ نویسی اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے بہت پہلے اس ملک کے مذاق کا اندازہ کر لیا تھا مرزا کے بہت سے خطوط اس روش خاص میں لکھے گئے ہیں۔ ان کی زندگی ہی میں اُردو معلّے اور عود ہندی کے نام سے طبع ہو گئے تھے جو آج بھی فن ادب اُردو کے طالبین کے لیے ہادی راہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ رسالہ جو "نکاتِ غالب" کے نام سے ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے مرزا کے انھیں خطوط کا عطر ہے ہم نے

لہ ماخوذ از مقدمہ دیوان غالب مشرح مطبوعہ نظامی پریس بدایوں طبع سوم (پاکٹ ایڈیشن) مرقومہ ڈاکٹر سید محمود صاحب بیرسٹر ایٹ لا [illegible] ۱۲

www.urduchannel.in

اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے حصہ میں مرزا کی زندگی کے وہ حالات ہیں جو بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح اُردوئے معلیٰ اور عودِ ہندی کے صفحات میں منتشر تھے میں نے ان کو ایک لڑی میں منسلک کر دیا ہے اور حالات کو اس طرح جمع کر دیا ہے کہ گویا کہ یہ مرزا کی زندگی کا روزنامچہ خود اُن کا اپنا لکھا ہوا ہے۔ غالباً تعلیم یافتہ اصحاب کے لیے جو کسی مشہور مصنف یا شاعر کے خود نوشتہ حالاتِ زندگی کو دوسری سوانح عمریوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ صفحات خاص طور پر دلچسپی کا باعث ہونگے۔

دوسرے حصہ میں انھیں خطوط میں بہت سی کام کی باتیں اخذ کر کے ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں اور سب سے آخر حصہ لطائف و ظرائف کا ہے جو ناظرین کی ضیافتِ طبع کا کام دے گا۔ اُمید ہے کہ میری یہ کوشش مقبول ہوگی۔

خاکسار

نظامی بدایونی

۱۷ جنوری ۱۹۲۰ء

www.urduchannel.in

مرزا غالب کی سرگزشت

خود اُن کے قلم سے

خاندان و نسب میں قوم کا ترک سلجوقی ہوں دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا سلطنت ضعیف ہوگئی تھی صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقالُ اس کے جو طوائف الملوکی کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خاں بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر ہوا پھر حیدرآباد میں نواب نظام علی خاں کا ملازم ہوا وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں جاتی رہی والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راؤ راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصراللہ بیگ خاں بہادر میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا اس نے مجھے پالا۔ ۱۸۰۶ء میں جب جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا ایک ہزار سات سو روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال مرزبانی کی تھی کہ بمرگ ناگاہ مرگیا۔ رسالہ برطرف ہوگیا۔ ملک کے عوض نقدی مقرر ہوگئی۔

پیدائش

عالم دو ہیں ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل۔ قاعدہ عالم یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں آٹھویں رجب ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۶ء میں روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔

لڑکپن اور تعلیم

میرا حقیقی بھائی کُل ایک تھا وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ مجھ کو مبداء فیاض کے سوا کسی سے تلمذ نہیں ہے۔ عبد الصمد[1] محض ایک فرضی نام ہے چونکہ مجھ کو لوگ بے استاد کہتے تھے اُن کا منہ بند کرنے کو ایک فرضی اُستاد گھڑ لیا ہے۔

حلیہ

میرا قد درازی میں انگشت نما ہے۔ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چمپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستائش کیا کرتے تھے۔ اب جب کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے۔ جب داڑھی مونچھ میں بال سفید آ گئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسّی بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی مگر یہ بھی یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی عام ہے۔ مُلّا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقّے۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑا۔ منہ پر داڑھی رکھتا ہے سر پر بال۔ فقیر نے جس دن داڑھی

۱؎ عبد الصمد ایک نو مسلم شخص تھا جس کا نام آتش پرستی کے زمانہ میں ہرمزد تھا اور وہ غالباً آگرہ میں بطور سیاح کے پہونچ گیا تھا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ مرزا نے اس سے کوئی باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو لیکن اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ اور عبد الصمد ضرور ایک پارسی نژاد شخص تھا کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو مرزا جا بجا اپنی تحریروں میں اس کے تلمذ پر فخر نہ کرتے۔ مرزا کا یہ قول کہ میں نے لوگوں کا منھ بند کرنے کے لیے یہ فرضی نام گھڑ لیا ہے مزاح معلوم ہوتا ہے۔

www.urduchannel.in

رکھی اُسی دن سر منڈایا۔

مذہب

مسایل دیکھنا اور مسایل ... نفاس میں غوطہ مارنا اور یہ ہو اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور یہ ہو مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو مسلموں کو اولاً کا ہمسر جانتے ہیں۔ دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہی۔ میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوئے ہوں انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفترض الاطاعت تھے۔ محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ العالمین ہیں مقطع نبوت کا مطلع امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہی، اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہی۔ ثم حسنؑ ثم حسینؑ اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام

ع
بریں زیستم ہم بریں بگزرم

ہاں اتنی بات اور ہی کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا۔ بلکہ دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین اور منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اس میں جلیں۔

مجھ میں کوئی بات مسلمانی کی نہیں ہی پھر میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں کی ذلت پر مجھ کو کیوں اس قدر رنج و تاسف ہوتا ہی۔

صوفی صافی ہوں اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ع

www.urduchannel.in

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

شاہ محمد اعظم صاحب خلیفہ تھے مولانا فخرالدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔

شادی و اولاد تیرہ برس حوالات [1] میں رہا۔ ۷ رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زنداں مقرر کیا مجھے اُس زنداں میں ڈال دیا مگر نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا برسوں کے بعد اس جیلخانہ سے بھاگا۔ تین برس بلاد مشرقیہ میں پھرتا رہا پایان کار مجھے کلکتے سے پکڑ لائے اور پھر اسی مجلس میں بٹھا دیا جب دیکھا کہ یہ قیدی گریزپا ہے دو ہتھکڑیاں [2] اور بڑھا دیں۔

کلکتہ کا سفر میں کلکتہ گیا [3]۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخواست کی دفتر دیکھا گیا میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی سات

[1] تیرہ برس کی عمر میں مرزا کی شادی مرزا الٰہی بخش خاں معروف کے یہاں ہوئی تھی حوالات سے مراد وہ زمانہ ہے جو عالم تجرید میں گزرا۔

[2] ہتھکڑیوں سے مراد زین العابدین خاں عارف کے دو لڑکوں سے ہے جن کو مرزا نے اپنے حقیقی اولاد کی طرح پرورش کیا تھا میرزا کے اپنی اولاد زندہ نہ رہی سات بچے ہو کر مر گئے ۱۲

[3] دلی سے کلکتے جاتے ہوئے مرزا لکھنؤ بھی گئے تھے جس کا ایک قطعہ میں اس طرح ذکر کیا ہے

سہ لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی ✤ ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

مقطع سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر ✤ عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

مرزا لکھتے ہیں مثلاً زندگی برادر یک طرف و غوغائے دم خواہاں یک سو۔ آشوبے پدید آمد کہ نفس را و لب بیگانہ رود از چشم فراموش کرد و گیتی بدین روشنی روشنان در نظر تیرہ و تار ست۔ بالے از سخن گفتہ

www.urduchannel.in

پارچے، اور جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید یہ تین رقم خلعت ملا۔

دہلی سے رام پور

میں نے دلی کو چھوڑا رام پور چلا پنجشنبہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۰ء کو مراد نگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہونچا شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفےٰ خاں کے کہنے سے قیام کیا۔ شاہجہاں پور، گڑھ مکتیشر، مراد آباد ہوتا ہوا رامپور بھی گیا۔ رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کمشنری میں معین نہیں ہوں جس طرح امرا واسطے فقرا کے وجہ معاش مقرر کردیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے۔ ہاں فقیر سے دعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے۔ چاہوں دلی رہوں، چاہوں اکبرآباد، چاہوں لاہور۔ رامپور میرے واسطے دارالسرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اس کا نام ہے بے شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اس میں ملی ہے خیر اگر یوں ہے تو آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔

شاعری و تصنیف

خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر کا عاشق و مائل ہوں ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہوں۔ جہاں تک زور چل سکا فارسی زبان میں بہت بکا۔ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا، ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا، تین رسالے نثر کے۔ یہ پانچ نسخے مرتب ہوگئے اب اور

بقیہ صفحہ قبل۔ دو چشمے از خویش فرو بستہ جہاں جہاں شکستگی و عالم عالم خستگی با خود گرفتہ و از بیداد روزگار نالاں و سینہ بر دم تیغ نالاں بہ کلکتہ رسیدہ ام ۔

www.urduchannel.in

کیا کہوں گا۔ مدح کا صلہ نہ ملا۔ غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی
گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء تک کی روداد نثر میں بہ عبارت
فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ (۱۵) سطر کے مسطر سے چار جز کی کتاب آگرہ کے
مطبع مفید الخلائق میں چھپی ہے۔ دستنبو اس کا نام رکھا ہے اور اس میں صرف اپنی سرگذشت
اور اپنے مشاہدے کے بیان سے کام رکھا ہے۔

زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری اور
ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی اور جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں
رہی حرارت غریزی کا زوال ہے اور یہ حالت ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ

اب عناصر میں اعتدال کہاں

عالم شباب مغل بچے غضب ہوتے ہیں جس پر مرتے ہیں اس کو مار رکھتے
ہیں میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے
بھی مار رکھا ہے۔

میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی
اور ایک قصر اور ایک حور ملی اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے
ساتھ زندگانی ہے۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ حور اجیرن ہو
جائے گی طبیعت کیوں نہ گھبرائے گی وہ زمردین کاخ اور طوبیٰ کی ایک شاخ
چشم بد دور وہی ایک حور

مالی حالت اور افلاس نہ جزا نہ سزا۔ نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ

www.urduchannel.in

تھے ۱۵ دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہیں۔ کپڑا ایام تنعم کا بنا ہوا ابھی ہے اس کی کچھ فکر نہیں ہے۔ اس ناداری کے زمانہ میں جس قدر کپڑا اوڑھنا بچھونا گھر میں تھا سب بیچ بیچ کر کھا لیا گویا اور لوگ روٹی کھاتے تھے اور میں کپڑا کھاتا تھا۔ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آگیا ہے رمضان کا مہینہ روزہ کھا کھا کر کاٹا آئندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے بس جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو غم کیا ہے۔

قید ہونے کا واقعہ

کوتوال دشمن تھا اور مجسٹریٹ ناواقف۔ فتنہ گھات میں تھا اور ستارہ گردش میں۔ باوجودیکہ مجسٹریٹ کوتوال کا حاکم ہے میرے باب میں وہ کوتوال کا محکوم بن گیا اور میری قید کا حکم صادر کر دیا۔ سشن جج باوجودے کہ میرا دوست تھا اور ہمیشہ مجھ سے دوستی اور مہربانی کے برتاؤ برتتا تھا اور اکثر صحبتوں میں بے تکلفانہ ملتا تھا اس نے بھی اغماض اور تغافل اختیار کیا۔ صدر میں اپیل کیا گیا مگر کسی نے نہ سنا اور وہی حکم بحال رہا پھر معلوم نہیں کہ کیا باعث ہوا کہ جب آدھی میعاد گزر گئی تو مجسٹریٹ کو رحم اور صدر میں میری رپورٹ کی اور وہاں سے حکم رہائی کا آگیا اور حکام صدر نے ایسی رپورٹ بھیجنے پر اس کی بہت تعریف کی سنا ہے کہ رحم دل حاکموں نے مجسٹریٹ کو بہت نفرین کی اور میری خاکساری اور آزادہ روی سے اس کو مطلع کیا۔ یہاں تک کہ اس نے خود بخود میری رہائی کی رپورٹ بھیجی۔ اگرچہ میں ہر کام کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہوں اور خدا سے لڑا نہیں جا سکتا۔ جو کچھ گزرا اس کے ننگ سے آزاد اور جو کچھ گزرنے والا ہے اس پر راضی ہوں مگر آرزو کرنا آئین عبودیت کے خلاف نہیں ہے۔ میری یہ آرزو ہے کہ اب دنیا میں نہ رہوں

www.urduchannel.in

اور اگر رہوں ہندوستان میں نہ رہوں روم ہو، مصر ہو، ایران ہو، بغداد ہو۔ یہ بھی جانے دو خود کعبہ آزادوں کی جائے پناہ ہے اور آستانہ رحمۃ للعالمین دلدادوں کی تکیہ گاہ ہے۔ دیکھیے وہ وقت کب آئے گا کہ درماندگی کی قید سے جو اس گزری ہوئی قید سے زیادہ جان فرسا ہے نجات پاؤں اور بغیر اس کے کہ کوئی منزل مقصود قرار دوں سر بصحرا نکل جاؤں یہ ہے جو کچھ کہ مجھ پر گزرا ہے۔ یہ ہے جس کا میں آرزو مند ہوں ؎

رازدانم غمِ رسوائیِ جاوید بلاست
بہرِ آزار غم از قیدِ فرنگم نبود
جورِ اعدا رود از دل بہ رہائی لیکن
طعنِ احباب بکم از زغم خدنگم نبود

غدر اور اس کے بعد کے حالات

مئی ۱۸۵۷ء میں ملک نے یہ فتنہ اٹھایا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی یا خود قہر الٰہی کا پردہ پڑ نزول ہوا تھا بقدر خصوصیت دلی ممتاز ہے ورنہ سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ وبلا کا دروازہ باز ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غدر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا بھائی ضیاء الدین خاں صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب ہندی و فارسی نظم و نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں۔ اسی ہنگامہ میں ایک روز کچھ گورے میرے مکان میں گھس آئے تھے مگر انھوں نے اپنی نیک خوئی سے گھر کے اسباب کو بالکل نہیں چھیڑا۔ مگر مجھے اور میرے دونوں بچوں کو اور دو تین نوکروں کو مع چند ہمسایوں کے کرنیل براون کے روبرو جو میرے مکان کے قریب حاجی قطب الدین سوداگر کے گھر میں مقیم تھے لے گئے کرنیل براون نے بہت نرمی

www.urduchannel.in

اور انسانیت سے سارا حال پوچھا اور رخصت کر دیا۔ ۱۸۵۹ء میں امن ہوا۔ حکیم احسن اللہ خاں کے مکانات پھر اُن کو مل گئے ہیں اور یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ دروازہ سے باہر نہ نکلو، اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ نواب حامد علی خاں کے مکانات سب ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع بال بچوں کے رہتے ہیں باہر جانے کا حکم اُن کو بھی نہیں۔ میرزا الٰہی بخش کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے انھوں نے زمین پکڑ لی ہے سلطانجی میں رہتے ہیں۔ دیکھیے یہ جبراً اٹھ جائے یا خود اٹھ جاتے نہیں نواب مصطفیٰ خاں بہ میعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور اُن کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلّی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا۔ ناچار وہ نہا ہو کر میرٹھ میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں میں بمجرد اس خبر کی استماع کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا چار دن وہاں رہا پھر ڈاک میں اپنے گھر آیا دن اور تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا آج بدھ دوم فروری ہے مجھ کو آئے آئے نواں دن ہے۔

مسموع ہوا ہے کہ ایک محکمہ لاہور میں معاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کالوں نے لوٹا ہے البتہ اُس کا معاوضہ بحساب دہ یک سرکار سے ہوگا۔ یعنی ہزار روپے کے مانگنے والے کو سو روپے ملیں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارت گری ہے وہ ہدر اور بحل ہے اس کا معاوضہ نہ ہوگا۔

جو احکام کہ دلّی میں صادر ہوئے ہیں وہ احکام قضا و قدر ہیں ان کا

www.urduchannel.in

مرافعہ کہیں نہیں اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے۔

آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بنائے قدیم وضع مشہور ہے اس کے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا۔ یہاں دو سڑکیں دوڑی پھرتی ہیں ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل ان کا الگ الگ اس سے بڑھ کر بات ہے کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا۔ قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان نکالا جائے گا۔ محبوب کی دکانیں حکیموں کے گھر فیل خانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچے سے خاص بازار تک یہ سب میدان ہو جائے گا یوں سمجھ لو کہ راموں جان کے دروازہ سے قلعہ کی خندق تک سوائے لال ڈگی اور دو چار کنوؤں کے آثار عمارت باقی نہ رہیں گے۔ جاں نثار خاں کے چھتے کے مکان ڈھینے شروع ہو گئے ہیں ؎

بسکہ فعالِ مایرید ہے آج — ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے — زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے — گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہرِ دہلی کا ذرہ ذرۂ خاک — تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک — آدمی واں نہ جا سکے یاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا — وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ — سوزشِ داغ ہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم — ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا

www.urduchannel.in

اس طرح کے وصال سے یارب کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

فیل خانہ ملک پھول لال ڈگی کے محاذی کے مکانات سب گرا دیئے گئے بلاقی بیگم کا کوچہ التوا میں ہے اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں۔ اہل قلم بچاتے ہیں یا یان کار دیکھئے کیا ہو۔

گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیۃ السیف تھے ان کو حکم دیا۔ دربار عام سے سوا میرے کوئی باقی نہ تھا۔ یا چند مہاجن۔ مجھ کو حکم نہ پہونچا صاحب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہوسکتا جب یہ سرزمین مخیم خیام گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہونچا مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی۔ جواب آیا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریزی خط ان کے نام کا لکھوا کر ان کو بھیجا مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنہ محض ہے امیدوار ہوں کہ اس کی تحقیقات فرمائی جائے تا کہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت ہو یہاں کے مقامات پر جواب مرحمت ہو۔ اب فروری ۱۸۶۰ء میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں ہم تحقیقات نہ کریں گے بس یہ مقدمہ طے ہوا۔ دربار اور خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ لا معاوم لا موجود الا اللہ ولا موثر فی الوجود الا اللہ میں گدائے بےبرم) اس حکم پر ممنوع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہونچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع اس حکم

www.urduchannel.in

کے واپس آیا کہ اب یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کر دیا۔ فروری ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوا آئے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا۔ جگہ سے نہ ہلا۔ کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا۔ ہر ایک کا منگا رہوا۔ ۸ر فروری ۱۸۶۳ء کو آزادانہ بمنشی پھول سنگھ کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ بلا لیا۔ مجھ سے بے تکلف ملے۔ دو شنبہ ۲ر مارچ ۱۸۶۳ء کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خاں بہادر کے پاس گیا۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار اور خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔ متحیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر۔ حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آ کر تمام دفتر کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوا دیا کہ اسد اللہ خاں کا دربار نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے۔

کارساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

شنبہ ۷ر مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا۔ خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے یہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔

شراب و آم کا شوق

جب دو جرعے پی لیے تو تار رگ و پے میں دوڑ گئی۔ دل توانا۔ دماغ روشن ہو گیا۔ چار بوتل شراب ... شیشے

گلاب[1] کے توشہ خانہ میں موجود ہیں۔

ایک دن میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چراغ دودمانِ علم و یقین سید نصیر الدین آیا ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اُس پر گھاس ہری بچھی میں نے کہا آہا سلطان العلماء مولنا سرفراز حسین دہلوی دوبارہ رسد[2] یار سے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے فیض عام نہیں لطف عام ہے یعنی شراب نہیں آم ہے خیر یہ عطیہ بھی بے غل ہے بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک سر مہر گلاس سمجھا انگور[3] سے بھرا مگر واہ کیسی حکمت سے بھرا ہوا ہے کہ وہ گلاس میں سے ایک قطرہ نہیں گرا ہے۔

سخت علالت میں بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا توقع زیست کی نہ رہی قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا آخر عصارہ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا اس وقت تو بچ گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ دس دن میں دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دس دن میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی کا پنا اور آلو بخارہ کا افشردہ اس پر مدار رہا۔

---

[1] میرزا صاحب شراب بہ گلاب ملا کر پیا کرتے تھے جیسا کہ ان کے اس فارسی شعر سے معلوم ہوتا ہے ؎

آسودہ باد خاطر غالب کہ خوئے اوست — آمیختن بہ بادۂ صافی گلاب را

[2] رسد سے مراد شراب ہے ۱۲

[3] خود مرزا نے اسی خط میں انگور کے معنی یوں بتائے ہیں: یہ ایک انگریزی شراب ہوتی ہے قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب اور طعم کی ایسی جیسے قند کا قوام ۱۲

بڑھاپا اور آخری حالت

ستر[1] بہتر اردو میں ترجمہ پیر خرف ہے میری تہتر برس کی عمر ہے پس میں اخرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا۔ اب یہ حال ہے جو دوست آتے ہیں رسمی پرسش مزاج سے بڑھکر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں۔ غذا مفقود ہے۔ صبح کو قند اور شیرۂ بادام مقشر۔ دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سرشام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب اسی قدر گلاب۔ خرف ہوں۔ پوچ ہوں۔ عاصی ہوں فاسق ہوں۔ روسیاہ ہوں یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے۔

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آخری عمر کے خیالات دنیا سے دلی

میں اب انتہائے عمر ناپائدار کو پہونچ کر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں کچھ یادِ خدا بھی چاہیے نظم و نثر کے قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام

---

[1] اپنی یہ حالت مرزا صاحب نے ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو انتقال سے ٹھیک دو سال قبل قلمبند کی تھی۔ میرزا صاحب کا انتقال ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو ہوا جو مطابق ہے ۱۲۸۵ھ کے لیکن انھوں نے اپنی موت کا اندازہ ۱۲۷۷ھ کا لگایا تھا اور مرنے سے برسوں پہلے اپنے انتقال کا یہ قطعہ تاریخ لکھ رکھا تھا۔

منکہ باشم کہ جاوداں باشم ✽ چوں نظیری نماند و طالب مرد

www.urduchannel.in

و نشان باقی اور قایم رہے گا ؎

غالب بقول حضرت حافظ نیض عشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ور بگویند در کدامی سال مرد ؎ غالبؔ بگو کہ غالب مرد

جب اس سنہ میں انتقال نہ ہوا تو کیا خوب فرمایا "میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی
مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لایق نہ سمجھا واقعی اس میں میری کسر شان تھی"۱۲

www.urduchannel.in

مرزا غالب کے انمول نکتے

تمہید

انشا پردازوں کے خطوط۔ دیگر تحریریں۔ ان کے خیالات اور قابلیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔ مرزا غالب کے رقعات جو شاگردوں۔ عزیزوں۔ دوستوں کے نام ہیں اس میں روزمرہ کے معاملات کے علاوہ ہر قسم کی معلومات کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے مرزا کی نثر نگاری نے حکمت فلسفہ اور تصوف کا دریا بہا کر یہ دکھایا ہے کہ اردو زبان ہر قسم کے دقیق خیالات کو آسانی سے ادا کر سکتی ہے اخلاقی علمی تاریخی مضامین کے بیان کرنے پر قادر ہے۔ شاگردوں کو شاعری اور نثر نگاری کے متعلق جو ہدایتیں فرمائی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

اہل لکھنؤ الفاظ کی تحقیقات اور تذکیر و تانیث کی بحثوں پر مختلف رسالہ جات لکھتے رہے ہیں لیکن شعرائے دہلی نے اس طرف بہت کم توجہ کی ہے پھر بھی مرزا کے بیشتر خطوط میں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ ہندی الفاظ پر جرح و قدح کی گئی ہے وہ ایسی چیز نہ تھی کہ اسے جداگانہ صورت میں ادبی دنیا کے سامنے پیش نہ کیا جائے مرزا غالب کے اس ذخیرہ کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح دہلی کو اردو زبان کے مولد ہونے کا

www.urduchannel.in

فخر حاصل ہو اسی طرح وہاں ایک امام ترین فن تحقیقات کے میدان کو چھان کر محققین زبان کو لٹریری ترقی کا نیا رستہ دکھایا ہی۔

نکات غالب اردوئے معلی، عود ہندی یعنی میرزا کے اُن خطوط کا مجموعہ ہی جن میں علمی نکات درج ہیں مجھے یقین ہی کہ ہر ایک انشا پرداز ان کو پڑھکر فائدہ حاصل کرے گا اور مولف کی جانفشانی و محنت کی داد دے گا۔ اس میں نہ صرف شاعروں کی دلچسپی کا سامان ہی بلکہ بہت سے نکات روحانی، اخلاقی، علمی بھی ہیں جو اپنی اپنی جگہ سب کارآمد ہیں۔

نکتہ (۱) قبول دعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری جیسے کتاں کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرد اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر ظاہر نہیں ہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے۔

نکتہ (۲) تحویل آفتاب بہ حمل ۲۲ر مارچ کو واقع ہوتی ہی کبھی ۲۱ر کبھی ۲۳ر بھی آپڑتی ہی۔

نکتہ (۳) علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر دُم دار شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئیں اُس کا درجہ اور دقیقہ دیکھتے ہیں۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں شاہجہان آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور چونکہ ان دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہی یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔

www.urduchannel.in

نکتہ (۴) بیٹے سے سیانا ہو دیوانہ صبر و تسلیم توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ۔

نکتہ (۵) سه
خود شکوہ دلیل رفع آزار نیست
آید بزبان ہر آنچہ از دل برود

غیر شکوہ سے برا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہِ راست سے منہ نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔

نکتہ (۶) ترک لباس سے قیدِ ہستی مٹ نہ جائے گی بغیر کھائے پیئے گزارہ نہ ہوگا سختی سستی۔ رنج و آرام کو ہموار کر دو جس طرح ہو اُسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو۔

سه
تاب لائے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

نکتہ (۷) ہر چند خرد مند تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہوں گے لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہوں گے کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں نا انصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوائے سیمرغ اُس کو اپنے گھونسلے میں اُٹھا لائے پرورش کر کے پہلوان بنائے۔ آداب حرب و ضرب سکھائے پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے۔ زال اس اسم سامی کو بلائے سیمرغ گردانہ کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کی لیپ سے یا اپنی کسی ... رستم کے زخم اچھے کر کے ایک تیر دو شاخہ دے کر تشریف لیجائے۔

www.urduchannel.in

دستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے جب چشم بد دور جوان ہو دیو سفید کو تہ خاک کرے۔ فرعون کا دعوی خدائی مشہور ہی۔ شدّاد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہی۔ داستان طرازی من جملہ فنون سخن ہی۔ سچ ہی کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہی۔

نکتہ (۸) مراتب توحید چار ہیں۔ آثاری۔ افعالی۔ صفاتی۔ ذاتی۔ انبیائے پیشین صلوٰت اللہ علی نبینا و علیہم۔ اعلان مدارج توحید سہ گانہ پر مامور تھے۔ خاتم الانبیا کو حکم ہوا کہ حجاب تعینات اعتباری اُٹھا دیں اور حقیقت نیرنگی ذات کو صورت آکان لما کان میں دکھا دیں اب گنجینۂ معرفت خواص اُمت محمدی کا سینہ ہی اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ مفتاح باب گنجینہ ہی۔ رہے عامۂ مومنین کہ وہ اس کلام سے صرف نفی شرک فی العبادۃ مراد لیتے ہیں اور نفی شرک فی الوجود جو اصل مقصود ہی ان کی نظر میں نہیں جب لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہیں گے۔ اس سے اسی توحید ذاتی کی قدمگاہ پر آ رہیں گے یعنی ہماری اس کلمہ سے وہ مراد ہی جو خاتم الرسل کا مقصود تھا یہی حقیقت ہی شفاعت محمدی کی اور یہی معنی ہیں رحمت للعٰلمین ہونے کے قلم اگرچہ دیکھنے میں دو زبان ہی مگر وحدت حقیقی کا راز داں ہی گفتگوئے توحید میں وہ لذت ہی کہ جی چاہتا ہی کوئی سو بار کہے اور سو بار سنے۔

نکتہ (۹) الولایۃ افضل من النبوۃ معنی اس کے صاف اور از روئے انصاف یہ ہیں کہ ولایت نبی کی کہ وہ وجہ الی الحق ہی افضل ہی نبوت اس سے کہ وہ وجہ الی الخلق ہی نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہی نبوت خاص سے جس طرح نبی مستفیض ہی حضرت الوہیت سے اُسی طرح ولی مستفیض ہی انوار نبوت سے مستفیض کی تفضیل مفیض پر اور مستفیض کی ترجیح مفیض پر ہرگز

www.urduchannel.in

معقول اور عقلا کے نزدیک مقبول نہیں اب وہ ولایت، کہ خاصہ نبی تھا نبوت کے ساتھ منقطع ہوگئی مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہی مشکوٰۃ نبوت سے ہنوز باقی ہی نقل و تحویل ہوتی چلی آئی ہی اور چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا ہی یہ سراج ابدی تا طلوع صبح قیامت روشن رہے گا اور اب اسی کا نام ولایت اور یہی مشعل طریق ہدایت ہی۔ ولایت و ہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہی کہ جو از روئے کلمہ لا الہ الا اللہ مشہود عیون عیان امت اور منظور نظر اکابر ملت ہوتی ہی مگر وہ بات اب کہاں کہ ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دل نور معرفت سے منور ہو جائے۔ اور وہ ضامن زبردست کہاں کہ قایل لا الہ اللہ کو اگرچہ اس کے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو قدم گاہ توحید پر قایم کردے یعنی رسول مقبول واجب التعظیم قایل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم اب سعادت بقدر استعداد ہی اور راحت بعد جراحت۔ سچ بھی تو ہی آدمی کیونکر سمجھ سکے اور بطلان بدیہیات کے جواز پر اس کو کیونکر تسلی ہو یعنی اس مجموع موجودات کو کہ افلاک و انجم و بحار و جبال اسی میں ہیں نیست و نابود محض جان لے اور تمام عالم کو ایک وجود مان لے۔

رباعی

ای کردہ بہ آرایش گفتار بسیچ — وز لطف سخن کشودہ راہ خم و پیچ
عالم کہ تو چیز دیگرش میدانی — ذاتیست بسیط منضبط دیگر ہیچ

نکتہ (۱۰) وحدت وجود اس طرح کی بات تو نہیں کہ نہ ہو اور ہم اس کو جبر یا بہ تکلف ثابت کیا چاہتے ہوں ع

دانی ہمہ اوست ورنہ دانی ہمہ اوست

وہم صورت گری اور پیکر تراشی کر رہا ہی اور ہم وہ باتیں کہ موجود دیکھ رہا ہی یہ

www.urduchannel.in

جب وہ وہم شغل و ذکر کی طرف مشغول ہو گیا نشہ اپنے کام سے یعنی صورت گری و پیکر تراشی سے معزول ہو گیا بے خبری و بے خودی چھا گئی اور وہ کیفیت جو موحدین کو مجرد فہم حاصل ہوتی ہے شاغل کے نفس کو بے خودی میں آگئی۔ ایک دریا میں جان کر کودا۔ ایک کو کسی نے غافل کر کے ڈھکیل دیا۔ انجام دونوں کا ایک سا ہے۔ وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھے ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ نہیں ہیں مگر ہاں کم ہیں اور مخفی ہیں اور کہیں کہیں ہیں اور ایسے نفوس کو کہ جو حسب حالت بے خودی کے واسطے محتاج اشغال و اذکار رہیں بہت ہیں بلکہ بے شمار ہیں۔

نکتہ (۱۱) اگر نفس ناطقہ کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہوتا تو ہم اس صورت میں کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا۔ اس بہجت دلفریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہو جاتے اور یہ پیکر ہوش رُبا دیکھ کر اہل معنی یک قلم صورت پرست ہو جاتے۔

نکتہ (۱۲) یہ صاحبان یہ شرح لکھتے ہیں۔ کیا یہ سب الہٰی سروش ہیں اور ان کا کلام وحی ہے۔ اپنے اپنے قیاس سے معنی پیدا کرتے ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ ان کا قیاس غلط ہے مگر یہ بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ یہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے ؎

دیوانہ گری محبت تو — کامروز مسلم است ما را
بیگانہ ز تاج کرد تارک — آوارہ ز کفش کرد پا را

جیسا کہ دوسرے شعر کے مفہوم کو شارح کہتا ہے کہ دیوانگی میں یہ حالت بعید نہیں ایسا ہی اگر کوئی کہے کہ منصب دیوانی سے یہ بات بعید ہے تو پھر شارح کیا جواب دیگا ہاں یہ کہے گا کہ غلبۂ محبت میں پاس وضع نہ رہا اور دیوانجی صاحب کچہری سے ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل بھاگے۔ ہم نے مانا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ دیوانگی کیوں نہ لکھیں کہ

www.urduchannel.in

دوسرے شعر کے معنی بے تکلف منطبق ہو جائیں اور توجیہات درمیان نہ آئیں فقیر کے نزدیک دیوانگی محبت تو صحیح اور بے تکلف ہی اور دیوانگی و محبت تو غلط محض اور دیوان گری محبت تو تکلف محض۔ دیوانگی اور محبت دو صفتیں کیوں جمع کریں۔ عذر کیجیے عطف کا واو یہ چاہتا ہی کہ یہ شخص پہلے سے دیوانہ تھا۔ اور پھر اسی حالت میں اس کو محبت پیدا ہوئی۔ دیوانگی میں تاج و کفش ہیچ ہی اگلی محبت پیدا ہونے کے بعد یہ حالت طاری ہوئی کیا بے مزہ توجیہ ہی۔ ہاں دیوانگی محبت یعنی وہ جنون جو فرطِ محبت میں بہم پہنچا اس نے اس احوال کو پہونچایا فقیر دیوانگی محبت کہے گا اور دیوانگی و محبت کہنے کو منع کرے گا اور دیوان گری محبت کہنے کو نہ مانع آئے گا نہ منع کرے گا۔

نکتہ (۱۲۳) فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہی پھر تتبع کلام اہل زبان لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیے اور کسی تعریف کے شایاں نہیں ہیں۔ نہ ترکیب فارسی۔ اور نہ معنی نازک ہاں الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستاں جانتے ہیں اور جو منتصدی نثر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں۔ جب رودکی عنصری۔ خاقانی رشید۔ وطواط۔ اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بالاستیعاب دیکھا جائے ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہونچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لے جائے۔ تب بات ہی۔

نکتہ (۱۲۴) رباعی کا ایک وزن معین ہی۔ عرب میں دستور نہ تھا سوائے عجم کے بحر ہزج میں سے نکالا ہی۔ مفعول مفاعلن فعولن // ہزج مسدس۔ اخرب مقبوض مقصور اس وزن پر فعلن بڑھا دیا ہی۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلن زحافات اس میں بعض کے نزدیک

www.urduchannel.in

اٹھارہ ہیں اور بعض کے نزدیک ۲۴ ہیں اور وہ سب جائز ہیں اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہے۔ رباعی سوائے اس بحر کے اور کسی بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور حسن مطلع کو رباعی کہتے ہیں۔ اس راہ سے کہ مصرع چار ہیں کو وہ رباعی نہیں ہے۔ نظم ہے۔ قدما ہر مصرع میں قافیہ رکھتے تھے۔

نکتہ (۱۵) ایطا دو طرح پر ہے خفی و جلی۔ اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے ایطا وہ قافیہ ہے کہ دو حرف ایک صورت کے ہوں جیسے الف فاعل۔ بینا۔ گویا۔ شنوا اور ایسا ہی الف نون جمع کا مثل چراغاں۔ جواناں اور ایسا ہی الف نون فاعل مانند گریاں و خنداں ہیں یہ اگر مطلع میں آپڑے تو ایطائے جلی ہے اگر غزل یا قصیدے میں بطریق تکرار قافیہ آپڑے تو ایطائے خفی ہے۔

نکتہ (۱۶) میں فن تاریخ کو دولت مرتبہ شاعری جانتا ہوں۔ یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادائے حق محبت ہوتا ہے۔ تاریخ میں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ تعمیہ معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہوتی ہے جیسا کہ یہ مصرع

در سال غزوں ہر آنکہ باید بینید

انوری کے قصائد کو دیکھو وہ چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد سال مطلوب نکل آتے ہیں اور معنی کچھ نہیں جیسے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں جو قصیدہ لکھا ہے اس کا ایک شعر یہ ہے ——

[illegible]

[illegible]

www.urduchannel.in

لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب۔

نکتہ (۱۷) حضرت سعدی طرزِ خاص کے موجد ہوئے۔ فغانی ایک شیوۂ خاص کا مبدع ہوا۔ خیال ہائے نازک و معنی بلند لایا۔ اس میں شیوہ کی تکمیل کی ظہوری۔ عرفی۔ نوعی نے۔ سبحان اللہ۔ قالب سخن میں جان پڑ گئی۔ اس روش کو بعد اس کے صاحبان طبع نے سلاست کا چربا دیا صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں۔ رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا فغانی کا انداز پھیلا اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب طرزیں تین ٹھہری ہیں۔ خاقانی اس کے اقران۔ ظہوری اس کی امثال صائب اس کے نظائر منتاز و غیرہم کا کلام ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے یہ طرز ہی اور ہے۔ پس تو ہم نے جانا کہ یہ ان کی طرز چوتھی ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ دار الضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال باہر ہے۔ داد۔ داد۔ انصاف انصاف ؎

اگرچہ شاعرانِ نغز گفتار ÷ ز یک جام اند در بزمِ سخن مست
ولے بادہ بعضے حریفاں ÷ خمارِ چشمِ ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعارِ ایں قوم ÷ ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصہ میں آئی ہے یاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ؎

بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو ÷ رکھے گا تم سے کون عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار ÷ خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنسِ گراں کا

www.urduchannel.in

قایم سے

قایم اور تجھ سے طلب بوسہ کی کیونکر مانوں
ہے تو نادان مگر اتنا بھی بدآموز نہیں

مومن خاں سے

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ﴿ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ نشتر ہیں۔

نکتہ (۱۸) آج اُس نے جلاب لیا دس دست آئے مواد خوب اخراج ہوا اس کی فارسی غیر فصیح یہ ہے کہ "امروز فلانے مسہل گرفت دہ دست آمدند مواد خوب برآمدند" اور فصیح فارسی بولنا ہو تو یوں ہے کہ "امروز فلانے نگاہ وارد سے مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار بہ استراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت، مادہ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت" معلوم رہے کہ لوطیوں کی منطق میں خصوصاً اور اہل پارس کے روزمرہ میں عموماً (نشستن) استعارہ ہے ریدن کا۔

نکتہ (۱۹) حزیں سے

زترک تازی آں نازنیں سوار ہنوز
زسبزہ میدمد انگشت زینہار ہنوز

حزیں کے اس مطلع میں ایک ہنوز زائد اور بیہودہ ہے۔ متتبع کے واسطے سند نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط محض ہے۔ یہ سقم ہے۔ یہ عیب ہے اس کی کون پیروی کرے گا حزیں تو آدمی تھا اگر یہ مطلع جبرئیل کا ہو تو اُس کو سند نہ جانو اور اس کی پیروی نہ کرو۔

نکتہ (۲۰) خواجہ نصیر الدین طوسی آٹھ حرف کا زبان فارسی میں نہ آنا لکھتے ہیں اور ذال نقطہ دار کا ذکر نہیں کرتے۔ الا کوئی لغت فارسی ایسا نہیں معلوم ہوتا جس میں ذال ہو

www.urduchannel.in

گذاشتن گزشتن وپذیرفتن سب نے سنے ہیں۔

نکتہ (۲۱) نوابی کا مجھ کو خطاب ہے "نجم الدولہ" اور اطراف وجوانب کے اُمراء مجھ کو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کمشنر دہلی نے جو ان دنوں میں ایک روبکار بھیجی ہے تو لفافہ پر نواب اسد اللہ خاں لکھا لیکن یاد رہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہیں لکھتے یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجب اور لازم۔

نکتہ (۲۲) شرح "تا ہر چہ گفتنی از تو گر شنودہ ے"

اکثر صاحب گفتنی کو بھی یائے مجہول پڑھتے ہیں تاکہ گفتن کے معنی پیدا ہوں۔ گفتنی بیائے معروف بے تکلف درست اور بیائے مجہول غلط ہے اور اگر وہاں شُنیدے کہیے تو یہاں گفتے بیائے مجہول کہیے۔ شنیدے اور خطاب کا انحصار دینیے۔ گفتنی بیائے مجہول میں خطاب حاضر مقدر رہتا ہے اور "تو" کا لفظ جو قریب ہے تو وہ اس معنی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا غرض اس کے فارسی میں بہت ہیں۔

نکتہ (۲۳) دعویٰ اور چیز ہے اور کمال اور ہے۔ علم عربی اور شعر اور فارسی کی حقیقت حال اور ہے۔ جلالا سے طباطبائی شیخ شیدا سے ہندی کو ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک دن مولانا نے عرفی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا حضور فاضل میں مباحثہ ہوا۔ شیخ نے عرفی نے کہا کہ ہم نے تحقیق کر کے سر حد افراد پہونچا دیا اور فارسی میں خوب کمال پیدا کیا۔ عرفی نے کہا اس کو کیا کرو گے جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے گھر کے بڈھوں سے جو بات سنی فارسی میں سنی۔ شیخ گفت ما فارسی را از انوری و خاقانی فرا گرفتہ ایم و شما از پیرزالاں آموختہ اید۔ عرفی فرمود انوری و خاقانی نیز از پیرزناں آموختہ باشند۔ ہندوستان کے سخن دروں

www.urduchannel.in

میں حضرت امیر خسرو دہلویؒ کے سوا کوئی اُستاد مسلّم الثبوت نہیں ہوا خسرو۔ کیخسرو قلمرو سخن طرازی ہے یا ہم چشم نظامی گنجوی وہم طرح سعدی شیرازی ہے۔ خیر فیضی بھی نغز گوئی میں مشہور ہے کلام اس کا پسندیدۂ جمہور ہے۔ ناصر علی بیدل غنیمت ان کی فارسی کیا ہر ایک کا کلام بہ نظر انصاف دیکھیے منت مکیں۔ واقف قتیل یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجیے۔ ان حضرات میں عالم علوم عربیہ کے شخص ہیں خیر ہوں، فاضل کہلائیں۔ کلام میں ان کے مزا کہاں۔ ایرانیوں کی سی ادا کہاں۔ فارسی کی قاعدہ دانی میں اگر کلام ہے اس میں پیروی قیاس ایک بلائے عام ہے۔ وارستہ سیالکوٹی نے خان آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے اور ہر اعتراض بجا ہے با ایں ہمہ وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر جاتا ہے منھ کی کھاتا ہے۔ مولوی احسان اللہ ممتاز لفظی میں دستگاہ اچھی رکھتے اس شیوۂ روش کو خوب برت گئے۔ فارسی وہ کیا جانیں۔ قاضی محمد صادق خاں اختر عالم ہوں گے۔ شاعری سے اُن کو کیا علاقہ۔

تکملہ (۲۴) یائے تحتانی تین طرح پر ہے۔

ع ہمائے بر سر مرغاں ازاں شرف دارد

ع ای سر نامۂ نام تو عقل گرہ کشائے را

یہ ساری غزل اور مثل اس کے جہاں یائے تحتانی ہے جزو کلمہ ہے اس پہ ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے دوسرے یائے تحتانی مضاف ہے حرف اضافت کا کسرہ چاہیے ہمزہ وہاں بھی مخل ہے جیسے آسیائے چرخ جیسے آشنائے قدیم توصیفی اضافی بیانی کسی طرح کا کسرہ ہو ہمزہ نہیں چاہتا۔ فدائے تو شوم۔ رونمائے تو شوم یہ بھی اسی قبیل سے ہے تیسرے دو طرح پر ہے یائے مصدری اور وہ معروف ہوگی۔ دوسری طرح توحید و تنکیر وہ مجہول

www.urduchannel.in

ہوگی مثلاً مصدری آشنائی یہاں ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور توحیدی آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھوگے دانا نہ کہلاؤ گے۔

نکتہ (۲۵) خستہ بستہ۔ تازہ خانہ۔ خانہ دانہ۔ آوارہ بیچارہ۔ روزہ بوزہ ہزار لفظ ہیں کہ ان کے آگے جب یاے توحید آتی ہے تو اُس کی علامت کے واسطے ہمزہ لکھ دیتے زدہ گرہ۔ کلاہ شاہ۔ آگاہ۔ صبح گاہ۔ صبح گہ۔ ایسے الفاظ کے آگے اگر یاے تحتانی آتی ہے تو زدہی گرہی۔ کلاہی۔ شاہی۔ آگاہی۔ آگہی۔ گاہے۔ گہے لکھ دیتے ہیں۔

نکتہ (۲۶) تا ہرچہ گفتی از تو مکرر شنودمے شاعر کی رعایت سے کہ وہ بیاے مجہول ہے بمعنی میشنود۔ اکثر صاحب گفتی کو بھی بیاے مجہول پڑھتے ہیں تاکہ میگفت کے معنی پیدا ہوں۔ اس صورت میں خطاب سے بطرف غایب رجوع کرتے ہیں۔ اور گفتی یاے معروف سے صیغۂ واحد حاضر ہے۔

نکتہ (۲۷) اُردو میں انتظاری بمعنی انتظار غلط ہے۔ میں نے نہ آپ لکھا نہ اپنے شاگردوں کو لکھنے دیا۔ اساتذہ مسلم الثبوت کے ہاں فارسی میں موجود ہے۔

نکتہ (۲۸) کاغذ دال مہملہ سے ہے اس کا ذال سے لکھنا اور کواغذ کو اس کی جمع قرار دینا تعریب ہے۔ نہ تحقیق اور اسم آتش بدال ابجد ہے نہ بذال ثخذ کوئی لفظ متحد المخرج فارسی میں نہیں بلکہ قریب المخرج بھی نہیں۔ تے ہے طوے نہیں۔ سین ہے ثے نہیں۔ صاد نہیں۔ ہاے ہوز ہے حاے حطی نہیں یہاں تک کہ قاف نہیں اس راہ سے کہ عین متحد المخرج بلکہ قریب المخرج ہمزے کے ہوتے ذال کیونکر؟

نکتہ (۲۹) بے مراد اور نامراد میں فرق ہے جو زمین و آسمان میں ہے۔ نامراد وہ ہے جس کی کوئی مراد۔ کوئی خواہش بر نہ آئے۔ بے مراد وہ کہ جس کا صفحۂ ضمیر نقوش مدعا سے سادہ ہو

www.urduchannel.in

از قسم نئے مدعا بے غرض سے طالب جستہ لہٰذا ان دونوں امروں میں کتنا فرق ہے

نکتہ (۳۰) ناپروا۔ ناکام۔ نادرست۔ ناچار مخفف ناچارہ اور ناکارہ کہ مخفف ناکارہ ہے اور نامراد۔ ناانصاف یہ سب درست ہیں۔

نکتہ (۳۱) چھاچھا۔ ترجمہ ہندی۔ ایک بار چھا کفایت کرتا ہے۔ بول چال میں ہے لیکن تحریر میں درست نہیں۔

نکتہ (۳۲) خطاب واحد غائب فقط شین ہے نہ اش، ہاں اگر آخر لفظ میں ہائے انتہائی حرکت پر ہو مثل غمزہ، چشمہ۔ خانہ۔ دانہ تو اس کو یوں لکھتے ہیں چشمہ اش غمزہ اش خانہ اش۔ دانہ اش اور باقی سب الفاظ کا حرف آخر شین سے مل جاتا ہے۔ خطاب واحد حاضر بخطاب واحد۔ غائب۔ خطاب متکلم۔ ت۔ ش۔ م۔ ہے الف کو یہاں کیا دخل

نکتہ (۳۳) سانس میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر کوئی مونث بولے تو میں منع نہیں کر سکتا خود سانس کو مونث نہ کہونگا سیف کو عدو کش کہو اور کمند کو عدو بند سیف عدو بند نہیں ہو سکتی۔ تم کو کہتا ہوں کہ تم تلوار کو عدو بند نہ کہو کوئی اور اگر کہے تو اس سے لڑو زلف کو شب رنگ اور شب گوں کہتے ہیں شب گیر زلف کی صفت ہرگز نہیں ہو سکتی شب گیر اس سفر کو کہتے ہیں کہ پچھلے گھڑی رات رہے چلدیں۔ نالۂ شب گیر آہ و زاری آخر شب کو کہتے ہیں۔ زلف شب گیر نہ مسموع نہ معقول۔

نکتہ (۳۴) سخن کا قافیہ بن بھی درست ہے اور تن بھی جائز ہے یعنی سخن کا دوسرا حرف مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی ہے۔

نکتہ (۳۵) وہ پارسی قدیم جو ہوشنگ و جمشید و کیخسرو کے عہد میں مروج تھی اس میں جز بجائے مضموم تو نہ قاہر کو کہتے ہیں اور چونکہ پارسیوں کی دید و دانست میں آفتاب سے

www.urduchannel.in

زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے اسی واسطے آفتاب کو خُر کہا اور شید کا لفظ بڑھا دیا شید بشین مکسورہ و یائے معروف بروزن عید روشنی کو کہتے ہیں یعنی یہ اس نور قاہر ایزدی کی روشنی ہے خُر اور شید یہ دونوں نام آفتاب کے ٹھہرے جب عرب و عجم مل گئے تو اکابر عرب نے کہ وہ منبع علوم ہوئے واسطے دفع التباس خُر میں واؤ معدولہ بڑھا کر خور لکھنا شروع کیا ہے آئندہ متاخرین نے اس قاعدے کو پسند کیا اور منظور کیا اور فی الحقیقت یہ قاعدہ بہت مستحسن ہے فقیر خر جہاں بے اضافہ لفظ شید لکھتا ہے موافق قانون عظمائے عرب بواؤ معدولہ لکھتا ہے یعنی خور اور جہاں باضافہ لفظ شید لکھتا ہے وہاں بہ پیروی بزرگان پارس سربسر لفظ خور کو بے واؤ لکھتا ہے یعنی خُرشید اور خور کا قافیہ دُر اور بُر کے ساتھ جائز اور روا ہے۔ خود میں نے دو چار جگہ باندھا ہوگا وہاں میں بے واؤ کیوں لکھوں رہا خورشید چاہو بے واؤ لکھو چاہو مع الواؤ لکھو میں بے واؤ لکھتا ہوں مگر مع الواؤ کو غلط نہیں جانتا اور خُر کو بھی بے واؤ نہ لکھو نگا قافیہ ہو یا نہ ہو یعنی نظم میں وسط شعر میں آپڑے یا نثر کی عبارت میں واقع ہو۔ خور لکھونگا یہ بات بھی تم کو معلوم رہے کہ جس طرح خور ترجمہ نور قاہرہ کا ہے اسی طرح جم ترجمہ قادر کا ہے کہ باضافہ لفظ شید اسم شہنشاہ وقت قرار پایا ہے۔

نکتہ (۳۶) عمل کار۔ اہل کار۔ شیخ سعدی سے

گرچہ عمل کار خردمند نیست

جز بخردمند مفرما عمل یعنی خدمت و اعمال سوائے علما اور عقلا کے اور کی تفویض نہ کرو پھر دوسرے مصرع کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ خدمات و اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمندوں کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو خطرہ میں ڈالے عمل الگ ہے اور کار مضاف ہے بطرف خردورنہ دہائی خدا کی عمل کار۔ اہل کار کے معنی پر نہیں آتا۔

نکتہ (۳۷) مہرخان کے دو معنی ہیں ایک تو خطاب جو سلاطین امرا کو دیں اور دوسرے وہ نام جو لڑکوں کا پیار سے رکھیں یعنی عرف۔

نکتہ (۳۸) "تنا ہیں" کے معنی دریافت کیے جانے پر میرزا صاحب نے یہ لکھا کہ "عربی میں ایک بات کا نام ہے صورت اس کی مجھے معلوم نہیں صراح نے بھی یہی معنے لکھے ہیں۔"

نکتہ (۳۹) ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں میرزا صاحب نے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے ارنی بروزن جمپنی گنجائش پائے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے۔ میرزا عبدالقادر بیدل ؎

چہ رسی بطور ہمت ارنی نگو و بگریز
کہ ہنوز در ایں تمنا بجواب لن ترانی

خود فرماتے ہیں ؎

رفت آنکہ ما ز حسن مدارا طلب کنیم
سررشتہ در کف ارنی گفتنے دراز بود

نکتہ (۴۰) میرزا صاحب نے پنشن کو مذکر لکھا ہے۔ عام طور پر مونث بولا جاتا ہے۔ آپ ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں "دلی فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھلا"

نکتہ (۴۱) اوت یہ گنوارو بولی ہے۔ وہ بہ تشدید ث اردو ہے۔ کرانا بہ بیرونجات کی بولی ہے
راجح یہ غلط ہے راجہ صحیح ہے۔

نکتہ (۴۲) خسر لغت فارسی نہیں سسرے کی تفریس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے۔ یہ لغت عربی الاصل نہیں ہندی ہے۔

www.urduchannel.in

نکتہ (۱۰۴) | ضمیران بر وزن زرگران لغت عربی ہے نہ معرب۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہے یا نہیں اس کی تحقیقات ... الا وہ یہ ممکن ہے۔

نکتہ (۱۰۵) | تنگ شگفتن گوش شگفتن۔ ہم نہیں جانتے اگرچہ مولانا نورالدین ظہوری نے لکھا ہے ؎

نظارہ را ز حرف دلم گل دماغ سوختیں
گوش نگہ بگو کہ چشم چمن چکید

یہ سمجھنا کہ چمن اور چشم چکیدن تنگ شگفتن گوش و نظر کی مانند غرابت رکھتا ہے۔ خون فشانی چشم کا استعارہ ہے اور خوں فشانی صفت چشم ہو سکتی ہے مگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شاد ہونا یا ہے تو البتہ ہم اس کا استعارہ یہ تنگ شگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفت چشم و گوش نہ ہو تو ہم کیا کریں۔

نکتہ (۱۰۶) | بیش چھوڑ کر بیش از اندیشہ کم از کم یہ ترکیب بہت صحیح ہے یاد رہے کہ بیشتر از بیش کمتر از کم کی ترکیب بھی جائز ہے لیکن فصاحت اس میں کم ہے۔ بیش از بیش کم از کم فصیح ہے قصہ مختصر مرزا غالب ؎

قیس از تو نہ ایم کم و لے صبر
بیش است ترا کم است ما را

پہلے مصرع میں اگر کمتر ہوتا تو بہت اچھا تھا اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ تر کا لفظ افصح ہے چنانچہ میر خسرو ؎

جلوہ کن منت منہ از ذرہ کمتر نیستم
حسن با ایں تابناکی آفتاب بیش نیست

نکتہ (۱۰۷) | اہل فارسی میں ناشتہ کا مفہوم نہار منہ ہے۔ عرفی کہتا ہے۔ مصرع

www.urduchannel.in

روح را ناشتہ فرستادی

یعنی غذائے صبح جیسا ہندی میں مشہور ہے کہ اس نے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں؟
لغت ۲۸ | صاحب برہان قاطع ہر لغت کو تینوں حرکتوں سے لکھتا ہے زبر زیر پیش
کا تفرقہ منظور نہیں رکھتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ یوں بھی آیا ہے اور یوں بھی دیکھا ہے جس لغت
کو کاف عربی سے لکھے گا۔ کاف فارسی سے بھی بیان کرے گا جس لفظ کو طائے
حطی سے لائے گا تائے قرشت سے بھی ضرور لکھے گا فضلائے کلکتہ کے حاشیے
دیکھو وہ اس کی کیا تحسین کرتے ہیں ناشتا ناشتن کے مشتقات میں سے ہرگز نہیں۔
داشتن اماہی کے مشتقات میں سے زنہار نہیں۔ یعنی تحقیق کا مخفف ناشیا ور امام کا
متعلق اگر مذکر ہے تو اماہی اور اگر مونث ہے تو اماہی ... ہندی لغت کے [illegible] نے کس
التزام کیا ہے۔ ع

وقت آں آمد کہ بینا راگس ہندی سر کند

اور اساتذہ کو اس کا التزام منظور نہیں۔ گرگا تو نام ہے ایک گانو کا اسے کیونکر بدلیں
بلن گر بہ رائے قرشت کہیں گے۔ لکھنؤ نام شہر کا ہے وہ لکھنو بغیر ہائے مخلوطہ کہیں گے
فی زمانہ چھاپے کو چاپ بولتے ہیں عرفی چھکڑا کو چکڑ بولتا ہے۔ ع

آں باد کہ در ہند گرایہ جگیں آید

لفظ ثقیلہ ہائے مخلوطہ۔ تشدید یہ تینوں ثقالتیں ہندی ہیں۔ صاحب برہان قاطع
اس لفظ کو در زبان عالی اہل ہند میں بھی اس کو مشترک جانتا ہے یا پنے کو رسوا اور
خلق کو گمراہ کرتا ہے۔ سیف

چو زندست تا سپاہ و زجادہ شناساں بدر او کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمدہ رفت

www.urduchannel.in

اہلِ ہند میں سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں۔ میاں فیضی کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے۔ نظامی، سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو اس کو ہم مانیں۔ ہندیوں کو کیونکر مسلم الثبوت جانیں؟

نکتہ (۴۸) ارغنون بغین مضموم غلط ہے۔ در اصل ارغنون بغین مفتوح اور مخفف اس کا ارغن اور مبدل منہ ارگن ہے۔

نکتہ (۴۹) فرفرہ۔ یہ لفظ فارسی ہے۔ مرادف جاہ کے۔ پس جاہ کو بغیر ترکیب دیے ہوئے نہ لکھو۔ عالی جاہ۔ مظفر فریدوں۔ فریدوں بھی درست ہے۔

نکتہ (۵۰) صاحب دو زبانوں سے مرکب ہے۔ یہ فارسی متعارف۔ ایک فارسی ایک عربی۔ ہر چند اس متعلق میں لغات ترکی بھی آ جاتے ہیں مگر کمترین عربی کا عالم نہیں مگر نرا جاہل بھی نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ اس زبان کے لغات کا محقق نہیں ہوں۔ علماء سے پوچھنے کا محتاج اور سند کا طالب رہتا ہوں۔ فارسی میں مبداءِ فیاض سے مجھے دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میرے ضمیر میں اس طرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں جوہر۔ اہلِ پارس میں اور مجھ میں دو طرح کے تفاوت ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کا مولد ایران اور میرا مولد ہندوستان۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے پیچھے سو دو سو چار سو آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے۔

نکتہ (۵۱) جو لغت عربی ہے بمعنی [illegible] ہے اور صیغہ ہے صفتِ مشبہ کا جیسے [illegible] [illegible] [illegible] آیا تو [illegible] [illegible] [illegible] فارسی [illegible] اور عربی کا عالم [illegible]۔

www.urduchannel.in

نکتہ (۵۲) زمان لفظ عربی از منہ جمع دونوں طرح فارسی میں مستعمل زمانے یک زمان ہر زماں۔ زماں۔ دریں زماں۔ دراں زماں سب صحیح اور فصیح بلکہ اہل فارس نے مثل موج موجہ بیاں بھی (ہ) بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ یک زماں کو میں نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا میرے ہم وطن یعنی ہندی لوگ جو وادی فارسی دانی میں قدم مارتے ہیں وہ اپنے قیاس کو دخل دے کر ضوابط ایجاد کرتے ہیں جیسا عبدالواسع ہانسوی لفظ نامراد کو غلط کہتا ہے قتیل صفوت کدہ۔ نشتر کدہ اور ہمہ عالم اور ہمہ جا کو غلط کہتا ہے کیا میں بھی ویسا ہی ہوں جو یک زماں کو غلط کہونگا۔ فارسی کی میزان یعنی ترازو میرے ہاتھ میں ہے۔

نکتہ (۵۳) مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو میں ڈرتا ہوں۔ یہ جملہ سارا مقدر ہے میرا فارسی کا دیوان جو دیکھے گا وہ جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں مگر ع

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ فرق البتہ وجدانی ہے بیانی نہیں ہے

اگر دریافتی بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

نکتہ (۵۴) ع گر دش چرخ استخواں سا ئیدہ

اصل مصرع یہ ہے نہ کہ

سودہ شد استخواں ز گردش چرخ

www.urduchannel.in

یہ اصلاح ہرگوپال تفتہ کو دی گئی ہے۔

نکتہ (۵۵) | عبدالوسع ہانسوی بے مراد کو صحیح نامراد کو غلط لکھتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں صحیح لیکن بے مراد غنی کو کہتے ہیں اور نامراد محتاج کو مرزا صائب ؎

نامرادی زندگی بر خویش آساں کردہ است
ترکِ جمعیت دلِ خود را بساماں کردہ است

اغنیا خواہ اہلِ توکل، خواہ اہلِ تمول، متوکلین پر کبھی کام آسان نہیں ہوتا بلکہ مفلسوں سے زیادہ ان پر تنگیاں ہیں۔ یہ ہے اہلِ توکل ان کی صفتیں اور ہیں وہ اہل اللہ ہیں مقربانِ بارگاہِ کبریا ہیں۔ دنیا پہ پشت پا مارے ہوئے ہیں کام ان پر کب مشکل تھا کہ انھوں نے آسان کر دیا۔ نامراد صیغہ مفرد ہے مساکین کی شرح ضرور نہیں تہی کشتی اور بے نوائی، تہیدستی و گدائی یہ اوصاف ہیں مساکین کے ان صفات میں سے ایک صفت جس میں پائی جائے وہ مسکین وہ نامراد البتہ مساکین پہ نہ ایک کام بلکہ سب کام آسان ہیں نہ پاس ناموس و عزت نہ حب جاہ و حشمت نہ کسی کے مدعی نہ کسی سے مدعا علیہ دن رات میں دو بار روٹی ملی بہت خوش ایک بار ملی، بہر حال خوش۔ مساکین کی زندگی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں آسان گزرتی ہے یا اغنیا کی۔ رہا مولوی معنوی علیہ الرحمہ کا یہ شعر ؎

عاقلاں از بے مرادی ہائے خویش
با خبر گشتند از مولائے خویش

میں نے مثنوی کے ایک نسخہ میں عاقلاں کی جگہ عاشقاں دیکھا ہے بہر صورت معنی یہ ہیں کہ عشاق یا عقلا بسبب ریاضت شاقہ یا بمرضی اللہ سے اعراض کر کے بے مراد و بے مدعا

www.urduchannel.in

ہوگئے۔ یہ پایہ تسلیم و رضا ہے البتہ اس رتبہ کے آدمی کو خدا سے لگاؤ پیدا ہوگا ع

با خبر گشتند از مولائے خویش

یہاں بھی بے مرادی بہ معنی نامرادی کے معنی لیے جاتے ہیں مگر ہاں ع

بے مرادی مومناں از نیک و بد

دوسرا مصرع   دُر پئے کلّی بے مرادی داشتی

ان دونوں مصرعوں میں نامراد اور بے مرادی کے معنی میں خلط واقع ہوگیا ہے خیر بے مراد اور نامراد ایک ہی ہیں ہر چند دوسرے مصرع مولوی میں بے مراد کے معنی بے حاجت کے درست ہوسکتے ہیں مگر ع

من کہ نادم تیہودہ من نیست بحث

زیادہ تکرار کیوں کروں معنا مصرعہ اول کی کچھ توجیہ بھی نہیں کر سکتا۔ نامراد کی ترکیب کی صحت علی الرغم عبد الواسع ثابت ہوگئی فثبت المدعا کمال یہ کہ نانا چارہ بیچارہ اور ناانصاف اور بے انصاف کے نامراد اور بے مراد کا بھی مورد استعمال مشترک ہے

نکتہ (۵۶) سہل ممتنع میں کسرہ لام توصیفی ہے سہل موصوف اور ممتنع صفت اگرچہ حسب ضرورت وزن کسرہ لام مستفاد ہو سکتا ہے لیکن مخل فصاحت ہے اور لام موقوف تو خود سراسر قباحت ہے سہل ممتنع اس نظم و نثر کے دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہو سکے بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ہے شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں در رشید وطواط وغیرہ شعرائے سلف نظم میں اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ہیں۔ جو دستانی ہوتی ہے سخن فہم اگر غور کرے گا تو فقیر کی نظم و نثر میں سہل ممتنع اکثر پائے گا۔

www.urduchannel.in

ہے سہل ممتنع یہ کلام ادق مرا
برسوں پڑھے تو یاد رہے گا سبق مرا

یہ مصرع حیرت آور ہے کلام ادق سہل ممتنع کے منافی ہے پھر یاد نہ ہوگا اور حافظہ پر نہ چڑھ جانا ہرگز سہل ممتنع کی صفت نہیں ہوسکتی۔ کلام ادق جس کا حفظ شاید دشوار ہو شاید کوئی قسم اقسام کلام میں سے ہو ہاں کلام ادق کلام مغلق کو کہتے ہیں سو کلام مغلق اور کلام سہل ممتنع ضد یک دیگر ہیں مغلق اور ادق سہل ممتنع مغلق کیونکر ہوسکے گا اور حافظہ میں محفوظ رہنا کلام مغلق اور ادق کی صفت کیونکر پڑے گی ہاں مغلق غیر الفہم پڑھا نہ جائے گا یعنی سمجھ میں نہ آئیگے۔

نکتہ (۱۰) آب در بنا رسیدن بمعنی خراب بنیاد قیاسی ہے۔ اساتذہ کے کلام میں میں نے نہیں دیکھا۔ اگر آیا ہے تو درست ہے ہاں یہ آب رسانیدن بنا کہ ظاہر آب در بنا رسیدن کا متعدی ہے بلغا کے کلام میں آیا ہے لیکن اضداد میں سے ہے ہم بمعنی ویرانی بنا مستعمل اور ہم بمعنی استحکام بنا اگر اس کا لازمی ڈھونڈیے تو رسیدن بنا بہ آب ہے نہ رسیدن آب در بنا جیسا کہ نعمت خاں عالی کہتا ہے ؎

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا بآب
چوں حباب ایں خانہ بے بنیاد میدانیم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسیدن بنا تا بآب موجب استحکام ہے اور شاعر با وجود قلیل استحکام بنا کو نااستوار جانتا ہے۔ صائب کہتا ہے ؎

مگو نہ شیشۂ رنگے بہ فروغ گہر ارزد
گرہ تو نہاں آئینہ ما آب سازد

www.urduchannel.in

حاجی محمد جان قدسی ؎

بگوئیش عطا یش رساند این خطاب

کہ بنیاد کاں را رساند بآب

یہ دونوں شعر مفید معنی ویرانی ہیں قصہ مختصر تا بہ رسید بنا خرابی خانہ و
بآب رساندن متعدی آں در سیلاب آب در بنا۔

نکتہ (۵۸) جفا کے مونث ہونے میں اہل دہلی و اہل لکھنؤ دونوں کو باہم اتفاق ہے
کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا مذکر ہے۔ ہاں بنگالہ میں یہاں بولتے ہیں کہ تیری آیا اگر جفا کو
مذکر کہیں تو کبھی در بہ ستم ظلم۔ بیداد۔ اور جفا مونث ہے بے شبہ و شک۔

نکتہ (۵۹) سرشار پیالے کی صفت معنی لفظی اس کے لبریز ہیں شراب کو لبریز کیونکر
کہیں گے اور یہ جو اردو ست و سرشار بترادف شائع استعمال ہیں آتے ہیں اور جداگانہ
ہے فارسی میں تتبع اردو کا ناجائز ہے۔

نکتہ (۶۰) زندہ عالم سوز شعرائے عجم میں یعنی زندے نام ڈھنگ سا آیا ہے جیسا کہ
استاد کہتا ہے ع

زندہ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

نکتہ (۶۱) ؎

ہیں اپنے گنہ مزل (؟) امید [illegible]

ایمان کہاں [illegible] شدہ ہے

اس شعر میں قصداً چھپا ہے کہ بیان [illegible] مطلب تو یہ ہے کہ [illegible] اصل
ایمان نہیں [illegible] جاتا [illegible] ہے۔

www.urduchannel.in

نکتہ (۶۲) مولوی عبدالرزاق شاکر کو میرزا صاحب اپنے ایک مطلع کا مطلب ان
الفاظ میں سمجھاتے ہیں مطلع

اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے — یہ خبر ہے
ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے — یہ مبتدا ہے

شب غم کا جوش یعنی اندھیرا ہی اندھیرا ہے ظلمت غلیظ سحر کا پیدا گویا مطلق ہی نہیں ہوتی ہے ہاں دلیل صبح کی یہ دور ہے۔ یعنی بجھی ہوئی شمع اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح کو بجھا دیا کرتے ہیں لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شمع کو دلیل صبح ٹھہرایا وہ خود ایک سبب ہے منجملہ اسباب تاریکی کے پس دیکھا چاہیے جس گھر میں علامت صبح موجب ظلمت ہوگی وہ گھر کتنا تاریک ہوگا۔

نکتہ (۶۳) مقابل ہے مقابل میرا
رک گیا دیکھ روانی میری

تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا۔ نور و ظلمت۔ شادی و غم۔ راحت و رنج وجود و عدم لفظ مقابل اس مصرع میں بمعنی مرجع ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست بھی مستعمل ہے مفہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از روے خو و عادت ہمقدم و گر ہیں وہ میری طبع کی روانی دیکھ کر رک گیا۔

نکتہ (۶۴) عبدالرزاق شاکر سے

کوئی آتا نہیں آگے ترے تنہا ہوکر
آئنہ جب نظر آیا ہے تو اندھا ہوکر

مطلع دل نشین ہے مگر اتنا تامل ہے کہ آئینہ کو اندھا کہنا چاہیے؟ ـــ

www.urduchannel.in

مردمِ چشم سیہ جب نظر آتا ہی ترا
بیٹھ جاتا ہی مرے دل میں سویدا ہوکر

مردم۔ آنکھ کی پتلی مگر نہیں معشوق کی تو پھر کیا ضرور دعوے حسن پرستی رہے عموماً یہ خوب ہی ع

نظر آتی ہی جہاں مردمکِ چشمِ سیاہ الخ

۵۔ حرمتِ مے کے لیے پیرِ مغاں کا ہی یہ حکم
ریشِ قاضی کی رہے پنبۂ مینا ہوکر

یہ شعر بے لطف ہوگیا کس واسطے کہ جب قاضی کی ریش کہی تو وہ ایہامِ قاضی کہاں رہا۔

نکتہ [illegible] سیلاب جو ایک لفظ ہی ہندیان فارسی وہاں کا اصل لغت چلپی اور یہ لغت ترکی ہی۔

نکتہ [illegible] زمانۂ حاضرہ میں استعارات کی وبا ئے عام ہی "ترقی کی موج" "تمدن کا ستارہ" اور خدا جانے کیا کیا جدت طرازیاں ہو رہی ہیں۔ میرزا صاحب اس قسم کے استعارات کو ناجائز بتاتے ہیں اور ان کی منطق کے بموجب بحرِ شفق کی موج سپہرِ معلق کا ستارہ درست ہو سکتا ہی چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "در حباب آسمان عیب تک آسمان کو بحر یا دریا نہیں حباب آسمان نہ قبول ہی نہ مسموع"

نکتہ [illegible] طرح بسکون راے قرشت بمعنی قریب ہی لیکن اردو میں یہ لفظ مستعمل نہیں وہ دوسرا لفظ ہی طرح بحرکت رائے قرشت بروزن فرح اس کو بسکون را کے غلط بولنا عوام کا منطق ہی۔ ہاں غزل طرح کی تزئین طرح کی یہ بسکون۔ ہو یعنی روش ہو

www.urduchannel.in

طرز وہ طرح ہے کیفیتیں

نکتہ (۷۵) نیم گناہ، نیم نگاہ، نیم ناز یہ روزمرہ اہل زبان ہے۔ نیم بمعنی آدھا کے ورنہ گناہ کا آدھا، نگاہ کی ادھوائی اور ناز آدھا یہ معاملات میں ہے۔

نکتہ (۷۶) لفظ بے پیر تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے میں اپنے شاگردوں کو نہیں باندھنے دیتا۔ میرزا جلال اسیر اور ان کا کلام مستند ہے میری کیا مجال ہے کہ ان کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط کہوں لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے۔ بے پیر ایک لفظ ٹکسال باہر ہے ورنہ صاحب زبان ہونے میں اسیر بھی ظہوری سے کم نہیں

نکتہ (۷۷) چمیدن بھی صحیح، چپیدن بھی صحیح، چمیدن کا صحیح ہے اس میں کس کو تردد ہے مگر لغت اور محاورہ اصطلاح میں قیاس پیش نہیں جاتا۔ ہندوستان کے باتونی لوگوں کو چم و چیم بولتے سنا ہے۔ آج تک کسی نظم و نثر فارسی میں یہ لفظ نہیں دیکھا۔ لفظ پیارا مجھ کو کتنا ہی اچھا لگے۔ مگر کیا کروں جو اپنے پیشروؤں سے سنا نہ ہو اس کو کیونکر صحیح جانوں۔ چمید صیغہ ماضی کا صحیح ہے اور چمیدن ایک مصدر ہے صحیح اور چمد مضارع۔ چم امر۔ اس میں کیا گفتگو ہے کلام چیم و چم میں ہے۔

نکتہ (۷۸) چھلنی لفظ غریب ہے نہ اہل دہلی کے زبان زد نہ گوش زد۔ غربال کو چھلنی کہتے ہیں جس کی فارسی پرویزن ہے جس کو پرستہ ہیں ماکولات کو چھانیں فارسی اس کی لاسہ پالا اور اردو اس کی صافی ہے۔

---

۱ ماکولات جمع ماکول کھانے والی چیزیں

www.urduchannel.in

نکتہ (۶۴) | لبِ ساحل کی سند میں طالب آملی کا شعر ہے ؎

مدتے آں نوائے خونیں دل

بود بتغنا لالب ساحل

لبِ بام لبِ گور۔ لبِ چاہ۔ لبِ دریا۔ لبِ ساحل بمعنی کنارے کے بھی مستعمل ہے اہلِ ایران لبِ بام اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھائے تو دھم سے انگنائی میں آ رہے۔ پس لبِ دریا سے نیچے جہاں سے قدم بڑھائے تو پانی میں پڑے۔ لبِ ساحل وہ ہوا جہاں سے آگے بڑھے تو دریا میں گرے۔ لبِ دریا سے پاؤں پانی پر رکھا جاتا ہے جیسا نہانے کے واسطے اور لبِ ساحل سے دریا میں کودتے ہیں جس طرح سلطانجی کی باؤلی میں لبِ بام سے تیراک کودتے ہیں۔ اسی طرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے وہاں کراڑے کے کنارے پر سے کودتے ہیں کراڑ ساحل اور کراڑے کا کنارہ لبِ ساحل۔

نکتہ (۶۵) | سخن از ردی مثل کیا ہے؟ چشمہ ہے۔ ندی ہے۔ سیل ہے دریا ہے۔ کیسے زور کا پانی اس کا چڑھاؤ۔ اس کی رفتار۔ اس پر کس کا زور کس کا اختیار جدھر منہ کیا اُدھر ایک نالہ بہا دیا۔ دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو وہاں اہلِ خرد کو اٹھا لینا چاہیے۔ سخن ایک معشوقہ پری پیکر ہے تقطیع شعر اس کا لباس اور مضامین اُس کا زیور ہے۔

نکتہ (۶۶) | غربیلہ کی ہندی نخرہ ہے۔ فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں۔

نکتہ (۶۷) | تن تن اور تن تنا اصوات ہیں تار کے۔ ہندی و فارسی میں مشترک۔

نکتہ (۶۸) | میرزا صاحب کی طرزِ اصلاح یہ تھی کہ وہ ایک لفظ شعر سے ہٹا کر دوسرا

www.urduchannel.in

لفظ اس کی جگہ رکھ کر قالب سخن میں جان ڈالتے تھے۔ نواب مردان علی خاں رعنا کا یہ

شعر تھا ؎

گزرا ہو مرا نالہ دیر چرخ کہن سے
تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جائے وطن سے

نالہ دیر کے بجائے "نالۂ دل" بنا یا یعنی ع

گزرا ہو مرا نالۂ دل چرخ کہن سے

نکتہ (۷۶) ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہو میرزا صاحب نے یہ جواب دیا کہ برہان قاطع قاطع برہان کی ضد ہے۔ برہان قاطع نے کیا لکھا بنیوں نہیں سکھ قطع کیا ہے جو آپنے اس کو قاطع لقب دیا ہے برہان جب تک کسی غیر کے برہان کو قطع نہ کرے کیونکر برہان قاطع نام پاے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کی جائے وہ قاطع برہان کی صحت کے کام آئے گی۔

نکتہ (۷۷) ع۔ ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج

یہ غزل حافظ کی مشہور ہے میرزا صاحب لکھتے ہیں "غیر سبب" یہ کہاں کی بولی ہے۔ اسی طرح یہ مصرع

از خواندن قرآں تو قاری چہ فائدہ

عیاذاً باللہ حضرت امیر خسرو "قرآں" کو جو لبکون راے قرشت و الف ممدودہ ہے قراں بروزن پراں لکھینگے۔ یہ دونوں غزلیں دو گدھوں کی ہیں جن میں ایک نے حافظ اور دوسرے نے امیر خسرو لکھ دیا ہو۔

نکتہ (۷۸) میرزا صاحب کا مصرع ہے ع

www.urduchannel.in

با انگشتیاں ستیزہ بیجا

طرفداران برہان قاطع کا یہ اعتراض ہو کہ انگلش کا نون تلفظ میں نہیں آتا میرزا صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ انگلش اور انگریزی کا نون باعلان کہاں ہو اور اگر ہو بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ کیا۔

نکتہ (۷۹) نواب انوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق کا یہ مصرع تھا ؎

ای مطرب جادو فن یا زمزمہ ہوش زن

میرزا صاحب نے اس کی بابت یہ لکھا کہ دو میم آپڑے ہیں اور ایک میم محض بیکار ہو۔ دیگر کی جگہ آپ یازم لکھ گئے ہیں ؎

"ای مطرب جادو فن دیگر رہ ہوش زن" صحیح ہو۔

نکتہ (۸۰) واقف ؎

نہ محرم قفس نہ بدام آشنا شدیم

نفریں کنیم ساعت پرواز خویش را

یہ ہندی کی فارسی ہو بری گھڑی یا سب گھڑی اہل زبان ایسے موقع پر طالع کہتے ہیں

نفریں کنیم طالع پرواز خویش را

www.urduchannel.in

مرزا غالب کے لطائف و ظرائف

تمہید

ظرافت، مزاح، خوش طبعی، قوموں کی زندہ دلی میں شامل ہے۔ زمانۂ حال کی سائنس نے بے ساختہ لبوں پر آجانے والی ہنسی کو تندرستی کی علامت قرار دیا ہے مشرق اور مغرب کی ادبیات میں جو لطائف کا بیش بہا خزانہ ہے اُس کو ترقی یافتہ زبانیں صدیوں تک محفوظ رکھتی ہوئی چلی آئی ہیں۔ دُنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ظریف نہ ہوں۔ یورپ کی مہذب سوسائٹیوں میں ظرافت کی دیوی کا قدم پوجا جاتا ہے۔ مشہور تماشوں میں سب سے زیادہ ہنسنے والوں کو انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ مذاق دل لگی، ٹھٹھول نے ہر گروہ میں جگہ پاکر انسانی حیات کے پیچیدہ مسائل کو آسان کر دکھایا ہے۔

جن لوگوں نے شہرت اور ناموری کی تاریخ میں جگہ پائی ہے وہ دیگر کمالات کے ساتھ ظرافت کی پوٹ بھی اپنے ساتھ لائے تھے ادھر اُن کے منہ سے کوئی بات نکلی ادھر محفلیں گرما اٹھیں۔ دماغوں کی روشنی میں قابل قدر اضافہ ہوگیا۔ ذہن کی رسائی اور فکر کی بلندی میں چار چاند لگ گئے۔ اگر ہم ظرافت کو علم یا فن تصور کریں تو اس کی ہزاروں

www.urduchannel.in

نصیب ہو سکتی ہیں۔ کوئی جماعت۔ کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس میں یہ عنصر اپنا کام نہ کرتا ہو مگر زمانہ کے ساتھ اقوام کا مذاق بھی بدلتا رہتا ہے۔ مشرق میں ابھی ایسے لطیفے زندہ ہیں جن کی عمر حضرت مسیح سے بھی نکلتی ہوئی ہے۔ رہے زمانۂ وسطے کے لطائف انھیں چند فرضی ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے دورِ حاضرہ میں خواجہ ناصرالدین اور بہلول کی فرضی کہانیوں، مُلّا دوپیازہ۔ بیربر۔ شیخ چلی کے مصنوعی چٹکلوں سے ہماری زبان اور انشا پردازی کو وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو مشاہیر کی حاضر جوابی سے ہو سکتے ہیں۔

اُنیسویں صدی میں میرزا غالب مرحوم دہلوی نہ صرف بذلہ سنج اور جادو بیان شاعر تھے بلکہ علم محاضرات کے زبردست پروفیسر تھے جن کی حکیمانہ ظرافت ہر عہد میں تازہ رہ کر مردہ دلوں کو شگفتہ رکھ سکتی ہے میں نے اس کتاب میں میرزا صاحب کے مشہور لطیفوں کے سوا ان کو بھی نہایت محنت اور کمال جانفشانی سے قلم بند کیا ہے جو دیگر اردو تذکروں میں نہ ملیں گے۔ ہندوستان کے مشہور ادیب خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ جو کچھ میرزا صاحب کی زبان سے نکلتا تھا وہ لطافت سے خالی نہیں۔ ظرافت مزاج میں اس قدر تھی کہ اگر ان کو بجائے حیوان ناطق کے حیوان ظریف کہا جائے تو بجا ہے۔ ایک زندہ دل انسان کی بذلہ سنجیوں کو علم دوست حضرات کی میز تک پہونچانا غالباً موجودہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی دلچسپی میں ضرور اضافہ کا باعث ہوگا۔ فقط

www.urduchannel.in

لطائف

(۱) ایک زمانے میں دلّی کے سخنوران باکمال لفظ رتھ پر لمبے چوڑے مباحثے کر رہے تھے کچھ لوگ رتھ کو مذکر بتاتے تھے۔ کچھ مونث کہے جانے پر زور دیتے تھے جب یہ مسئلہ میرزا صاحب کی جناب میں پہونچا تو اُنھوں نے مزاحاً یہ فیصلہ کیا کہ رتھ میں عورتیں بیٹھیں تو مونث کہو اور مرد بیٹھیں تو اس کو مذکر سمجھو

(۲) اہل دہلی جس موقع پر "اپنے تئیں" کا استعمال کرتے ہیں۔ اُسی موقع پر اہل لکھنؤ "آپ کو" بولتے ہیں۔ دونوں شہروں کی فطرتی رقابت اور اختلاف بیان مشہور ہے میرزا صاحب جب لکھنؤ تشریف لے گئے تو کسی صاحب نے ان دونوں لفظوں کو پیش کرتے ہوئے ان کی آزادانہ رائے دریافت کی میرزا صاحب نے فرمایا کہ "اُپنے تئیں" کے مقابلہ میں "آپ کو" ضرور فصیح ہے مگر اس میں دقت یہ ہے کہ مثلاً آپ میری نسبت یہ فرمائیں کہ میں آپ کو فرشتہ خصائل جانتا ہوں اور میں اس کے جواب میں اپنی نسبت یہ عرض کروں کہ میں تو آپ کو کُتے سے بدتر سمجھتا ہوں تو سخت مشکل واقع ہوگی میں تو اپنی نسبت کہونگا اور آپ ممکن ہے کہ اپنی نسبت سمجھ جائیں۔ حاضرین یہ لطیفہ سُن کر ہنس پڑے۔

www.urduchannel.in

(۳) میرزا صاحب کسی کوتوال کی جھوٹی رپورٹوں سے قید ہو گئے تھے قید سے رہائی ہو جانے کے بعد آپ میاں کالے صاحب کے مکان میں رہنے لگے ایک روز میاں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آکر قید سے چھوٹنے کی مبارکباد دی۔ میرزا نے کہا کون بھڑوا قید سے چھوٹا ہے۔ پہلے گورے کی قید میں تھا اب کالے کی قید میں ہوں۔

---

(۴) نواب یوسف علی خاں والی رامپور کا انتقال ہو جانے پر میرزا تعزیت کے لیے ریاست میں تشریف لے گئے تھے۔ جب نواب کلب علی خاں لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی آئے تو ان کی ہمراہی میں میرزا صاحب بھی تھے جو دہلی کو تشریف لئے جا رہے تھے چلتے وقت نواب صاحب نے کہا "خدا کے سپرد" میرزا نے کہا حضرت خدا نے تو مجھے آپ کی سپرد کیا ہے اور آپ پھر الٹا مجھ کو خدا کی سپرد کرتے ہیں۔

---

(۵) مولوی امین الدین نے "قاطع برہان" کے جواب میں ایک رسالہ "قاطع القاطع" کے نام سے لکھا ہے۔ جو فحش الفاظ سے لبریز ہے۔ تہذیب سے گرا ہوا ہے کسی نے کہا کہ حضرت آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ میرزا نے کہا کہ اگر کوئی گدھا تمھارے لات مارے تو تم بھی اس کے لات مارو گے۔

لفظ "فراز" کو تمام فرہنگ نگاروں نے اضداد میں شمار کیا ہے اور اس کے معنی

www.urduchannel.in

بند کرنے اور کھولنے کے بتاتے ہیں مگر میرزا اس کو اعذار میں نہیں گنتے۔ اور اس کی بابت یہ لکھتے ہیں کہ اس کو امر اجماعی قرار دینا ویسا ہی اجماع ہے جیسا کہ اہل شام نے خلافت یزید پر کیا تھا۔

میرزا صاحب اخیر عمر میں اشعار کی اصلاح دینے سے گھبراتے تھے لیکن پھر بھی کسی کا قصیدہ یا غزل بغیر اصلاح واپس نہ کرتے تھے ایک صاحب کو لکھا ہے کہ شاہ شرف بوعلی قلندر کو بسبب کبر سن ہونے کے خدا نے فرض اور پیغمبر نے سنت معاف کر دی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست بھی خدمت اصلاح اشعار سے معاف کریں۔

ایک دفعہ جب رمضان ختم ہو چکا تو آپ قلعہ میں گئے۔ بادشاہ نے پوچھا میرزا تم نے کتنے روزے رکھے۔ نہایت سادگی سے کہا کہ پیرو مرشد ایک نہیں رکھا۔

ایک دن میرزا نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ سے ملنے کو تشریف لے گئے مکان کے اندر ایک چھتا تھا جو نہایت تاریک تھا جب چھتے سے گزر کر دیوان خانے کے دروازے پر پہنچے تو وہاں نواب صاحب ان کے لینے کو کھڑے تھے میرزا نے ان کو دیکھ کر یہ مصرع پڑھا

گر آب چشمۂ حیواں درون تاریکیست

www.urduchannel.in

جب دیوان خانے میں پہونچے تو دالان میں مشرق رویہ ہونے کے سبب سے دھوپ پھیلی ہوئی تھی میرزا نے فوراً یہ مصرع پڑھا

این خانہ تمام آفتاب است

شیخ ابراہیم ذوق دہلوی میرزا کے ہمعصر تھے اور ان دونوں میں ہمیشہ چوٹیں رہتی تھیں۔ میرزا کسی مجمع میں میر تقی کی تعریف کر رہے تھے وہاں ذوق بھی موجود تھے۔ انھوں نے سودا کے پایۂ شاعری کو میر سے اونچا بتایا۔ میرزا نے کہا میں تو میری سمجھتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ آپ سودائی ہیں۔

میرزا جس مکان کے کمرے میں دن بھر بیٹھتے تھے وہ چھت پر تھا اور اس کے ایک طرف تنگ و تاریک کوٹھری واقع تھی اس کا در نہایت چھوٹا تھا جو اپنا سر جھکاتا تھا وہ اس میں داخل ہو سکتا تھا اس کے اندر صاف ستھرا فرش بچھا رہتا تھا۔ میرزا گرمی اور لو کے موسم میں دس بجے سے تین چار بجے تک وہیں بیٹھتے تھے ایک دن جبکہ رمضان کا مہینہ اور گرمی کا موسم تھا مولانا آزردہ ٹھیک دوپہر کے وقت میرزا سے ملنے کو چلے آئے اس وقت میرزا صاحب اسی کوٹھری میں کسی دوست کے ساتھ چوسر یا شطرنج کھیل رہے تھے۔ مولانا بھی وہیں پہونچے اور میرزا کو رمضان کے مہینے میں چوسر کھیلتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے۔ ہم نے حدیث میں پڑھا تھا کہ رمضان کے مہینے میں شیطان مقید رہتا ہے مگر آج اس حدیث کی صحت میں تردد پیدا ہوگیا۔ میرزا نے کہا قبلہ حدیث بالکل

www.urduchannel.in

صحیح ہے آپ کو معلوم رہے کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقید رہتا ہے یہی کوٹھری ہے۔

ایک روز دوپہر کا کھانا آیا۔ دستر خوان بچھا یا گیا۔ برتن بھانڈے کی کمی نہ تھی مگر کھانا بہت تھوڑا تھا۔ میرزا نے مسکرا کر کہا کہ "اگر برتنوں کی کثرت پر خیال کیجیے تو میرا دستر خوان یزید کا دستر خوان معلوم ہوتا ہے اور جو کھانے کی مقدار کو دیکھیے تو بایزید کا"۔

برسات کا خوشگوار موسم تھا ننھی ننھی بوندیاں پڑ رہی تھیں امریوں میں جھولے پڑے ہوئے تھے بہادر شاہ اور ان کے مصاحب جن میں میرزا بھی شامل تھے قدرتی فضا کی سیر میں مشغول تھے آم کے گھنے درخت طرح طرح کے آموں سے لدے تھے میرزا کی نگاہیں آموں سے لڑ رہی تھیں۔ بادشاہ نے پوچھا میرزا اس قدر غور سے کیا دیکھ رہے ہو۔ ہاتھ باندھ کر عرض کیا پیرو مرشد یہ جو کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

بر سر ہر دانہ بنوشتہ عیاں
کایں فلاں ابن فلاں ابن فلاں

اس کو دیکھتا ہوں کہ کسی پر میرا اور میرے باپ دادا کا نام بھی لکھا ہے یا نہیں بادشاہ مسکرائے اور اسی روز ایک بہنگی آموں کی میرزا کو بھجوا دی۔

حکیم رضی الدین خاں جو میرزا کے نہایت دوست تھے اُن کو آم نہیں بھاتے تھے ایک دن وہ میرزا کے مکان پر برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے میرزا بھی

www.urduchannel.in

وہیں آموجود ہوئے۔ ایک گدھے والا اپنے گدھے لیے ہوئے اس گلی میں گزرا۔ آم کے چھلکے پڑے تھے گدھے نے اُن کو سونگھ کر چھوڑ دیا۔ حکیم صاحب نے کہا دیکھیے آم ایسی چیز ہے جسے گدھا بھی نہیں کھاتا۔ میرزا نے کہا بے شک گدھا نہیں کھاتا۔

میرزا کی نیت کبھی آموں سے سیر نہ ہوتی تھی۔ اہلِ شہر تحفے کے طور پر بھیجتے تھے۔ خود بازار سے منگواتے تھے۔ باہر سے دُور دُور کا آم آتا تھا مگر حضرت کا جی نہیں بھرتا تھا۔ ایک صحبت میں مولانا فضل حق میرزا و دیگر احباب جمع تھے ہر شخص آم کی نسبت اپنی اپنی رائے بیان کر رہا تھا کہ اس میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہییں۔ جب سب لوگ اپنی اپنی کہہ چکے تو مولانا فضل حق نے میرزا صاحب سے کہا کہ تم بھی اپنی رائے بیان کرو۔ میرزا صاحب نے کہا کہ بھئی میرے نزدیک تو آم میں صرف دو باتیں ہونی چاہییں۔ میٹھا ہو اور بہت ہو۔ سب حاضرین ہنس پڑے۔

ایک روز میر مہدی مجروح بیٹھے تھے اور میرزا پلنگ پر پڑے ہوئے کراہ رہے تھے میر مہدی پاؤں دابنے لگے۔ میرزا نے کہا بھئی تو سید زادہ ہے مجھے کیوں گنہگار کرتا ہے انھوں نے نہ مانا اور کہا آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو پیر دابنے کی اُجرت دے دیجیے میرزا نے کہا ہاں اس کا مضائقہ نہیں۔ جب پاؤں داب چکے تو اُنھوں نے اُجرت طلب کی۔ میرزا نے کہا بھیا کیسی اُجرت۔ تم نے میرے

www.urduchannel.in

پاؤں والے ہیں نے تمھارے پیسے والے۔ حساب برابر ہوا۔

ایک دفعہ رات کو پلنگ پر لیٹے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تاروں کو آسمانی چادر میں بکھرا ہوا دیکھ کر فرمایا جو کام خود رائی سے کیا جاتا ہے اکثر بے ڈھنگا ہوتا ہے۔ ستاروں کو دیکھو کس ابتری سے بکھرے ہوئے ہیں۔ نہ تناسب ہے نہ انتظام ہے نہ بیل ہے نہ بوٹا ہے۔ مگر بادشاہ خود مختار ہے کوئی دم نہیں مار سکتا ہے۔

ایک دن سید سردار مرزا مرحوم شام کو چلے آئے۔ جب تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ جانے لگے تو میرزا خود اپنے ہاتھ میں شمع دان لیکر کھسکتے ہوئے لب فرش تک آئے تاکہ روشنی میں جوتا دیکھ کر پہن لیں۔ انھوں نے کہا قبلہ و کعبہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی میں اپنا جوتا آپ پہن لیتا۔ میرزا نے کہا میں آپ کا جوتا دکھانے کو شمع دان نہیں لایا بلکہ اس لیے لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن جائیں۔

رمضان کے مہینے میں ایک سُنّی مولوی میرزا صاحب کی ملاقات کو تشریف لائے۔ عصر کا وقت تھا میرزا نے خدمت گار سے پانی مانگا۔ مولوی صاحب نے تعجب سے کہا کیا جناب کا روزہ نہیں۔ میرزا نے کہا میں سنی مسلمان ہوں چار گھڑی دن رہے روزہ کھول لیتا ہوں۔

نواب علاء الدین خاں مرحوم نے میرزا سے فرمائش کی کہ ولادت کی تاریخ

www.urduchannel.in

اور لڑکے کا تاریخی نام نکال دیں جس کے جواب میں میرزا صاحب نے کہا کہ میرا ممدوح جیتا نہیں ہے۔ نصیر الدین حیدر، امجد علی شاہ ایک ایک قصیدے میں چل بسے۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر سنبھل نہ سکے جس کی مدح میں دس بیس قصیدے لکھے وہ عدم سے بھی پرے پہونچا۔ صاحب دہائی خدا کی نہ میں تاریخ ولادت کہونگا۔ نہ تاریخی نام ڈھونڈوں گا۔

کسی نے امراؤ سنگھ نامی ایک شاگرد کی بیوی کے مرنے کا حال میرزا کو لکھا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ اس کے ننھے ننھے بچے ہیں اب اگر تیسری شادی نہ کرے تو کیا کرے۔ میرزا نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ اللہ اللہ ایک وہ ہیں جن کی دو دو بار بیڑیاں کٹ چکی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے۔

جاڑے کے موسم میں ایک دن طوطے کا پنجرا سامنے رکھا تھا۔ طوطا سردی کے سبب پروں میں منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ میرزا نے دیکھ کر کہا میاں مٹھو تمھارے جورو نہ بچے تم کس فکر میں یوں سر جھکائے بیٹھے ہو۔

ایک دفعہ میرزا مکان بدلنا چاہتے تھے۔ ایک مکان آپ خود دیکھ کر آئے اس کا دیوان خانہ پسند آگیا مگر محل سرا نہ دیکھ سکے گھر پر آکر اس کے دیکھنے کے لیے بیوی کو بھیجا وہ دیکھ کر آئیں تو ان سے پسند نا پسند کا حال پوچھا۔ انھوں نے

www.urduchannel.in

کہا اس میں تو لوگ بلا پیتے ہیں۔ میرزا نے کہا کیا دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی بلا ہے۔

میرزا الٰہی بخش خاں معروف ایک مقدس بزرگ تھے۔ اور میرزا صاحب کے خسر تھے ایک بار اُنھوں نے میرزا صاحب سے شجرہ نقل کرایا۔ آپ نے نقل کرتے وقت ایک نام لکھ دیا دوسرا حذف کر دیا۔ تیسرا پھر لکھ دیا چوتھا پھر ساقط کر دیا۔ اس طرح شجرہ نقل کر کے اُن کو حوالے کیا وہ اس کو دیکھ کر بہت خفا ہوئے کہا یہ کیا غضب کیا میرزا نے کہا حضرت آپ اس کا خیال نہ فرمائیے۔ شجرہ وصل خدا تک پہونچنے کا ایک زینہ ہے سو زینے کی ایک سیڑھی اگر بیچ میں سے نکال دی جائے تو چنداں ہرج واقع نہیں ہوتا آدمی ذرا اچک کر اوپر چڑھ سکتا ہے۔

ایک صاحب نے جو غالباً بنارس یا لکھنؤ سے دلی میں آئے تھے میرزا کے ایک شعر کی ان کے سامنے نہایت تعریف کی۔ میرزا نے کہا ارشاد ہو وہ کون سا شعر ہو تو انھوں نے میر امانی متخلص بہ اسد شاگرد میرزا رفیع کا یہ شعر پڑھا ؎

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

چونکہ شعر میں اسد تخلص واقع ہوا تھا اُنھوں نے یہ سمجھا کہ میرزا غالب کا شعر ہے میرزا سن کر چیں بہ جبیں ہوئے اور فرمایا اگر یہ کسی اور اسد کا شعر ہو تو اُس کو رحمت خدا کی اور اگر مجھ اسد کا شعر ہو تو مجھ پر لعنت خدا کی "رحمت خدا کی" "مرے شیر" اور یہ دونوں عامیانہ

www.urduchannel.in

محاورے ہیں اور میرزا صاحب عامیانہ خیالات سے اجتناب کرتے تھے۔

میرزا نے مرنے سے آٹھ سات برس پہلے اپنی تاریخ وفات کا مادہ نکالا تھا جس میں ١٢٧٧ھ نکلتے تھے اتفاق سے اسی سال شہر میں وبا آئی مگر میرزا بچ گئے۔ اس امر کی نسبت ایک خط میں لکھتے ہیں میاں ١٢٧٧ھ کی بات غلط نہ تھی یعنی اس سنہ میں مجھے مرنا چاہیے تھا مگر میں نے اس وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری کسرِ شان تھی۔ بعد رفعِ فساد ہوا سمجھ لیا جائے گا۔

ایک مرتبہ چوبدار بادشاہی اولوش لیکر آیا۔ ایک باہر کا رہنے والا طالب علم جو میرزا سے کچھ پڑھا کرتا تھا موجود تھا چوبدار کے چلے جانے کے بعد اس نے میرزا سے متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ چنے ایسی کیا نادر چیز ہے کہ بادشاہ کی سرکار سے بطور اولوش تقسیم ہوتی ہے میرزا نے کہا ارے احمق چنا وہ چیز ہے کہ اس نے ایک دفعہ جنابِ الٰہی میں فریاد کی تھی کہ دنیا میں مجھ پر بڑے ظلم ہوتے ہیں مجھے دلتے ہیں پیستے ہیں بھونتے ہیں پکاتے ہیں اور مجھ سے سیکڑوں چیزیں بنا کر کھاتے ہیں جیسا مجھ پر ظلم ہوتا ہے ایسا کسی پر نہیں ہوتا وہاں سے حکم ہوا کہ اے چنے تیری خیر اسی میں ہے کہ ہمارے سامنے سے چلا جائے ورنہ ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ تجھ کو کھا جائیں۔

www.urduchannel.in

میرزا کے سامنے کسی نے شراب اور اس کے پینے والوں کی مذمت کی اور کہا کہ شرابخوار کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ میرزا صاحب نے کہا بھائی جس کو شراب میسر ہو اُس کو اور کیا چاہیے جس کے لیے دعا مانگے۔

بھوپال سے ایک شخص دلّی کی سیر کو آئے میرزا صاحب سے بھی ملے۔ وضع قطع سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرہیزگار ہیں۔ میرزا صاحب ان کے ساتھ عمدہ طریقے سے پیش آئے مگر وہ ایسے وقت ان کے پاس پہونچے تھے جبکہ گلاس اور شراب کا شیشہ آگے رکھا تھا۔ ان بیچارے کو بادہ نوشی کی خبر نہ تھی۔ شربت کا شیشہ سمجھ کر ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ اس میں شراب ہے تو یہ عذر کیا کہ میں نے شربت کے دھوکے میں اس کو اُٹھا لیا تھا۔ میرزا صاحب نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور کہا زہے نصیب دھوکے میں نجات ہو گئی۔

ایک مرتبہ آپ ماہ مبارک میں نواب حسین مرزا کے ہاں گئے۔ دوران سے پان کی فرمائش کی۔ اس وقت ایک زاہد خشک بھی اس جلسہ میں موجود تھے "زاہد خشک" بولے حضرت آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ میرزا بھئی کیا کروں شیطان غالب ہے!

کسی نے میرزا صاحب سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ جیٹھ کے مہینہ میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ آپ نے فرمایا کہ گرمی میں اس بیچارگی

www.urduchannel.in

کونسی عزت ہوتی ہے جو جاڑے میں گھر سے باہر نکلے۔"

ایک کنکھجورے کو ایک بچے نے مار ڈالا میرزا صاحب نے دیکھ کر کہا کہ دیکھیے جب موت آتی ہے تو ہزار پا ایک بے دست و پا سے نہیں بھاگ سکتا۔

میرزا صاحب (اپنے شاگردوں سے) "جب میں مر جاؤں تو کہیں سے پرانا کفن لانا اس میں مجھ کو لپیٹ کر رکھ دینا۔"

شاگرد "اس سے کیا فائدہ؟"

میرزا صاحب "جب منکر نکیر آئیں گے تو پرانا کفن دیکھ کر سوال و جواب کے پلٹ جائیں گے۔"

میرزا صاحب کا چھوٹا لڑکا ایک دن ہٹ کرنے لگا مٹھائی منگا دو میرزا صاحب نے کہا پیسہ نہیں ہے۔ وہ صندوقچہ کھول کر ادھر ادھر ڈھونڈنے لگا۔ میرزا صاحب نے مسکرا کر فرمایا ؎

درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں

مولانا صہبائی "پنج رقعہ اور مینا بازار بھی ظہوری کی تصنیف سے ہیں؟"

میرزا غالب "ظہوری کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ نثر کے ساتھ نظم نہ لکھے تمام نثر میں

ایسا ایک صفحہ مشکل سے نکلے گا جس میں نثر ہو اور نظم نہ ہو تمام پنج رقعہ و مینا بازار میں ایک ایک شعر کے سوا کہ وہ بھی ظہوری کا نہیں نظم کا کہیں پتا نہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی جو شخص نظم و نثر دونوں چیزوں پر قدرت رکھتا ہو اور اس کی نثر میں کہیں نظم نہ پائی جائے۔ مولانا صہبائی "ایسے اتفاقات اکثر ہوتے ہیں یہ محض اتفاق کی بات ہے" میرزا غالب "مگر یہ ایسا اتفاق ہے کہ ایک شخص ہر ایک لحاظ سے نہایت سنجیدہ شائستہ اور معقول آدمی ہو مگر اتفاق سے کبھی کبھی کاٹ بھی کھاتا ہے۔"

میرزا صاحب فرماتے تھے کہ پانچ لشکروں کا حملہ پے در پے دلی پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکیوں کا اس میں جان و مال ناموس و مکان و مکین آسمان و زمین آثار ہستی سراسر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اس میں ہزاروں آدمی بھوکوں مر گئے۔ چوتھا لشکر [illegible] کا اس میں تاب و طاقت عموماً لٹ گئی۔

میرزا صاحب ایک روز اپنے دوست کی ملاقات کو گئے۔ دوست کی یہ عادت تھی جب کوئی ملنے والا آتا تو وہ یہ مصرع پڑھا کرتے تھے ع

بیا برادر آؤ رے بھائی

وہ حسب معمول میرزا صاحب کی تعظیم کو اٹھے اور یہ مصرع پڑھا ابھی یہ دونوں بیٹھے ہی تھے کہ دوست کی رنڈی بھی آ گئی۔ میرزا صاحب نے کہا کہ ہاں حضرت

www.urduchannel.in

اب دوسرا مصرع بھی پڑھ دیجیے کہ ؎

بخشیں اور بیٹھ رہی مائی

میرزا صاحب کی بہن ایک مرتبہ سخت علیل ہوگئیں۔ میرزا اُن کی عیادت کو گئے۔ پوچھا کیا حال ہے۔ وہ بولیں مرتی ہوں اور قرض کا بار اپنی گردن پہ لیے جاتی ہوں میرزا صاحب نے کہا یہ فکر بیکار ہے کیا خدا کے ہاں بھی مفتی صدرالدین ہوں گے جو ڈگری کرکے پکڑ بلوائیں گے۔

ایک شاگرد "حضرت آج میں امیر خسرو کی قبر پر گیا تھا مزار پر کھرنی کا درخت ہے اس کی کھرنیاں میں نے خوب کھائیں کھرنیوں کا کھانا تھا کہ فصاحت و بلاغت کا دروازہ کھل گیا۔ دیکھیے میں کیسا فصیح و بلیغ ہوں"

میرزا صاحب "ارے میاں تین کوس کیوں گئے، میرے پچھواڑے کے پیپل کی پیپلیاں کیوں نہ کھالیں جو چودہ طبق روشن ہو جاتے!!"

دلّی میں فارسی کا مشاعرہ تھا میرزا نے اپنی غزل میں یہ مصرع پڑھا ؎

بوادئے کہ دراں خضر را عصا خفت است

مفتی صدرالدین خاں آزردہ (صہبائی کی تحریک سے) عصا خفت است میں کلام ہے۔

میرزا غالب حضرت میں ہندی نژاد ہوں میرا عصا پکڑ لیا۔ اس شیرازی کا عصا نہ

www.urduchannel.in

پکڑا جس نے یہ کہا ہے ؎

ولے بجملہ اول عصائے شیخ بخفت

میرزا نے حضرت صاحب عالم مارہروی سے ان کا سن ولادت دریافت کیا انھوں نے لکھا کہ میرا سال ولادت لفظ "تاریخ" سے نکلتا ہے جس کے عدد ۱۲۱۱ھ ہیں میرزا کی ولادت ۱۲۱۲ھ میں واقع ہوئی تھی چنانچہ اس کے جواب میں میرزا نے یہ شعر لکھ بھیجا ؎

ہاتف غیب سُن کے یہ چیخا
ان کی "تاریخ" میرا "تاریخا"

موسم برسات میں ایک نواب صاحب میرزا کے ہاں تشریف لائے میرزا نے ایک گلاس شراب سے بھر کر ان کے آگے رکھ دیا۔

نواب صاحب "میں توبہ کر چکا ہوں"

میرزا صاحب (حیرت زدہ ہو کر) "کیا جاڑے میں بھی؟"

غدر میں جب میرزا کرنل براؤن کے روبرو گئے تو اس وقت کلاہ پپاخ ان کے سر پر تھی کرنل براؤن "ول تم مسلمان ہے؟"

میرزا صاحب "آدھا"

کرنل براؤن "اس کا کیا مطلب؟"

www.urduchannel.in

میرزا صاحب "شراب پیتا ہوں سور نہیں کھاتا۔"
کرنل براؤن کر ہنس پڑا۔

برہان قاطع کے طرفدار میرزا کو خطوں میں گالیاں لکھ کر بھیجتے تھے ایک خط میں ماں کی گالی لکھی ہوئی تھی مسکرا کر کہنے لگے اس اُلو کو گالی دینی بھی نہیں آتی۔ بڈھے یا ادھیڑ آدمی کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں تاکہ اس کو غیرت آئے۔ جوان کو جورو کی گالی دیتے ہیں کیونکہ اس عمر میں جورو سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ بچے کو ماں کی گالی دیتے ہیں کہ وہ ماں کی برابر کسی سے مانوس نہیں ہوتا۔ یہ قرمساق جو بہتر برس کے بڈھے کو ماں کی گالی دیتا ہے اس سے زیادہ کون بے وقوف ہوگا؟

***

تمام شد

www.urduchannel.in

202
39

خاتمہ

الحمد للہ کہ نکات غالب کی طبع دوم آج ناظرین کرام کے ہاتھوں تک پہنچتی ہے کتاب کی جو غلطیاں طبع اول میں ہو گئی تھیں اس مرتبہ ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ کاغذ چھپائی لکھائی وہی ہے جو طبع اول کی تھی۔۔ اس کتاب پر اردو اور انگریزی اخبارات میں جو ریویو ہوئے اور پبلک نے جو قدردانی کی وہ ہمارے لیے ہمت افزا ہے۔ یہ کتاب اردو ادب کے طلبا کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ سلطنت آصفیہ حیدرآباد کے تمام مدارس میں سرکاری طور پر اس کی جلدیں خرید کر بھیجی گئیں اور وہاں کی ٹیکسٹ بک کمیٹی نے اس کو منظور فرما لیا ہے۔

امید ہے کہ یہ دوسرا ایڈیشن اس سے زیادہ مقبول ہوگا اور اس صوبہ کے سررشتہ تعلیم اور دیگر صوبجات میں بھی جہاں اردو نصاب میں داخل ہے غالب کے یہ انمول جواہر پسند کیے جائیں گے فقط

۱۳ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

خاکسار

نظامی

مہتمم نظامی پریس بدایوں

www.urduchannel.in

[illegible]

باہتمام

محمد حمید الدین صاحب

جبلپوری لیتھوگرافر

سند یافتہ گورنمنٹ اسکول آف آرٹس

اینڈ کرافٹس لکھنؤ و سٹی اینڈ گلڈس انسٹیٹیوٹ

لندن

زیر نگرانی محمد حمید الدین لیتھوگرافر [illegible]

[illegible]

www.urduchannel.in